ماھنامہ

حکمت بالغہ

جنوری 2007

مدیر: انجینئر مختار حسین فاروقی

قرآن اکیڈمی

جھنگ پاکستان

فون اور فیکس: 0092-47-7628361

ای میل: hikmatbaalgha@yahoo.com

ویب سائٹ www.hamditabligh.net پر حکمت بالغہ کے تمام شمارے دستیاب ہیں

حکمت بالغہ قرآن مجید کی سورۃ القمر (۵۴) میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں

کی وجہ تسمیہ

شکر واجب ہے

انسان ایک مل جل کر رہنے والا حیوان ہے اور ہر باشعور شخص جانتا ہے کہ اس کا واسطہ ہر روز بہت سے دیگر انسانوں سے پڑتا ہے اور یہ بھی احساس انسان کے اندر دل کی گہرائیوں میں ہے کہ روزانہ ایسے کئی مواقع آتے ہیں۔ جب انسان مجبور محض ہو کر کائنات کے مالک وخالق کو ہی متوجہ کرتا ہے اور اسی سے فریاد کرتا ہے یا کم از کم یہ کہہ کر کہ ''اب تو اللہ ہی مالک ہے''۔ اپنے آپ کو بے بس پاتا ہے۔ ایسے ہی مواقع ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کی ذات رحیم وکریم بے پایاں رحم کرتی ہے اور انسان کو دوبارہ صحت منداور وسائل سے مالا مال کر دیتی ہے۔ اسی طرح ہر انسان کا یہ تجربہ ہے۔ کہ اگر اسی کے والدین، سگے بھائی، بہنیں، رشتہ دار، برادری اور مخلص محلّہ دار ساتھ نہ دیں اور دیگر اچھے انسان معاشرے میں موجود نہ ہوں تو شاید زندگی بے معنیٰ ہو کر رہ جائے۔

یہی احساسات ہیں جو انسان کے اندر تشکر اور احسانمندی کے جذبات پیدا کرتے ہیں اور انسان ہر محسن کا شکریہ ادا کرنے کیلئے اپنے اندر دل کی گہرائیوں میں جذبات کا ایک سرچشمہ موجزن پاتا ہے۔ اگرچہ بعض ظاہر بین لوگ صرف سامنے آنے والے افراد ہی کا شکریہ ادا کر کے بس مطمئن ہو جاتے ہیں کہ ہم نے اپنے اوپر وارد ہونے والے احسانات اور ملنے والی اچھائیوں کا بدلہ دے دیا ہے مگر جو لوگ بھی ذرا گہرے غور وفکر سے کام لیتے ہیں اور Apprearance کے ساتھ Reality کو بھی پہچانتے ہیں وہ ایسے مواقع پر ظاہری محسنین کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو ظاہر نہ کرنے والے محسنین کو بھی نظر انداز نہیں کرتے اور ان کی اہمیت وقدر ومنزلت پہچان کر ان کا بھی شکریہ ادا کرنے میں کوتاہی نہیں کرتے اس پر بھی مزید یہ ہے کہ اگر نگاہ صرف ''رنگ وبو'' میں الجھی ہوئی نہیں ہے تو انسان اپنے محسن حقیقی کو سامنے رکھتا ہے اور اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اپنے اوپر

وارد ہونے والے ہر احسان کے پیچھے دراصل اسی کی نوازشات وعنایات کومحسوس کرتا ہے اور انسانوں سے زیادہ اس خالق ومالک اور محسن ومنعم حقیقی کا شکریہ ادا کرنے پر اپنے آپ کو آمادہ پاتا ہے جو ہے ہی سارے اور کل شکر کا مستحق وسزاوار۔ للہ الحمد۔

الحمدللہ اس ذات نے یہ توفیق دی ہے کہ اپنے محسنوں کو یاد کر کے ان کے احسانات کا تذکرہ کرتے رہیں اور ان کا ممکنہ طریقوں سے شکریہ ادا کرتے رہیں بلکہ اس ذات باری تعالیٰ نے یہ شعور بھی دیا ہے کہ اس ذات برحق اور محسن حقیقی کے بے پایاں احسانات کا شکریہ ادا کریں اور اس کے مواقع بھی دیئے ہیں، مگر ہم گنہگار اور خطا کار لوگ اپنے رب کا شکر ادا کرنے کا حق تو کیا ادا کریں گے واجبی سا شکر ادا کرنے میں بھی کوتاہی کرتے ہیں۔ و قليلاً من عبادي الشكور (اور بہت تھوڑے ہیں میرے بندوں میں شکر کرنے والے)۔

ہم اللہ تعالیٰ کی بہت سی نعمتوں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور ہماری کوتاہیوں اور لغزشوں کے باوجود اس ذات باری تعالیٰ کی مہربانیوں کا سلسلہ اس کی اپنی شان کے شایان جاری ہے جھنگ جیسے علاقے میں رجوع الی القرآن کا کام، پھر تھوڑے ہی عرصے میں قرآن اکیڈمی کا قیام، انجمن خدام القرآن کی رجسٹریشن اور بہت ہی اچھی عمارت کی فراہمی، یہ سب اسی محسن حقیقی کے احسانات ہیں۔ ''حکمت بالغہ'' کے نام سے ایک ماہنامے کا اجراء ایک حالیہ اور وقیع احسان ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اس پر بھی اس ذات باری تعالیٰ کا شکر واجب ہے۔

قرآن اکیڈمی جھنگ سے ''حکمت بالغہ'' کے نام پر ایک پرچے کا اجراء ہونا ایک ذریعہ اظہار ہے جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے اس موقع پر اولاً تو ایک دعا ہے جو زبان پر آ رہی ہے کہ!

اللهم الهمنا رشدنا

اے اللہ تو ہمیں ہمارے کاموں سے متعلق ہدایت عطا فرما۔

واعذنا من شرور انفسنا

اور ہمیں ہمارے اپنے نفسوں کی شرارتوں (نفسانی خواہشات کے شر) سے بچانا

و من سیئات اعمالنا

اور اعمال میں بُرے (کاموں) سے بچانا

مزید برآں گھر سے نکلنے کی ایک مسنون دعا بھی اس قلمی سفر کے آغاز پر زبان پر ہے۔

اللھم انی اعوذبك من

اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں اور اس بات سے کہ

ان اضلّ او اضل

میں (سیدھے) راستے سے ہٹ جاؤں یا (سیدھے) راستے میں ہٹا دیا جاؤں۔

او ازل او ازل

یا اور اس بات سے کہ میں پھسلوں یا پھسلا یا جاؤں۔

او اظلم او اظلم

اور یا اس بات سے کہ میں (کسی پر) ظلم کروں یا مجھ پر ظلم کیا جائے۔

او اجھل او یجھل علیّ (الطبرانی)

اور اس بات سے کہ میں کسی کے ساتھ جہالت کا برتاؤ کروں یا میرے ساتھ جہالت کا برتاؤ کیا جائے۔

''حکمت بالغہ'' کے اجراء کے اہم موقع پر اللہ تعالیٰ کے احسانات کو یاد کر کے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے الحمدللہ، کہ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کا یہ فرمان بھی سامنے ہے کہ مــن لم یشکر الناس لم یشکر الله (الترمذی) جو لوگوں کا شکر گزار نہیں ہوتا وہ اللہ تعالیٰ کا بھی (حقیقی) شکر گزار نہیں ہوسکتا۔

اس موقع پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے وہ تمام افراد اور ادارے ہماری نگاہوں کے سامنے آرہے ہیں جنہوں نے رجوع الی القرآن کے ضمن میں انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ

جھنگ کے قیام اور قرآن اکیڈمی کی تعمیر میں کسی درجے میں بھی (دامے، درمے، سُخنے) مدد اور اعانت کی ہے۔ یہ باتیں اللہ تعالیٰ کے تو لامحدود علم میں ہیں ہی سہی اور ان حسنات کا اجر بھی اسی اللہ تعالیٰ کی ذات برحق نے عطا فرمانا ہے۔ تاہم مختلف شخصیات کا نام لئے بغیر کاموں کی تفصیل درج کر کے تذکرہ کرنا فائدہ سے خالی نہیں اور وہ تفصیل یہ ہے۔

قرآن اکیڈمی جھنگ سے وابستہ حضرات اور رجوع الی القرآن سے دلچسپی رکھنے والے تمام حضرات کی طرف سے بالعموم اور راقم کی طرف سے بالخصوص انتہائی شکریے کے مستحق ہیں جنہوں نے بھی درج ذیل کاموں میں ہمارے ساتھ تعاون فرمایا!

☆ 99ء__1998ء کے دوران جنہوں نے دروس قرآن کا انعقاد کیا اور عربی کلاسوں میں دلچسپی لی (یہ دروس قرآن جھنگ سٹی، جھنگ صدر اور سٹلائٹ ٹاؤن میں منعقد ہوتے رہے)۔ وہ تمام حضرات شکریہ کے مستحق ہیں۔

☆ مختلف مساجد میں خطاب جمعہ اور دروس قرآن کا انعقاد ہوتا رہا بعض مساجد کے ذمہ دار حضرات نے ہر قسم کے پروگراموں کے انعقاد کیلئے کھلے دل سے اجازت دی۔ وہ تمام حضرات بھی شکریہ کے مستحق ہیں۔

☆ رمضان المبارک کے دوران ترجمۃ القرآن کا پروگرام 1998ء میں شروع کیا گیا۔ جامع مسجد خواجہ عبید اللہ صاحب (گنبدوں والی مسجد) محلّہ سلطان والا میں یہ پروگرام 2004ء تک منعقد ہوتا رہا اس پروگرام کے انعقاد اور اس کے دوران چائے کی خدمت اور دیگر سہولیات پر مسجد کی انتظامیہ اور ذمہ دار حضرات انتہائی شکریہ کے مستحق ہیں۔ الحمد للہ پندرہ روزہ درس قرآن میں مسلسل قرآن مجید کا مطالعہ ابھی بھی اسی مسجد میں جاری ہے آج کل سورۃ مریم زیر درس ہے۔

☆ عربی کلاسوں کے اجراء کے سلسلے میں بار روم میں عربی کلاس کا انعقاد ہوا مختلف مساجد اور نجی مکانوں پر کورسز ہوئے اس سلسلے میں بھی جن حضرات نے تعاون فرمایا وہ انتہائی شکریہ کے مستحق ہیں

☆ 1999ء اور 2000ء کی گرمیوں کی تعطیلات کے دوران 25 روزہ فہم القرآن کورسز کا انعقاد ہوا اس سلسلے میں لوگوں نے حد درجہ دلچسپی لی اور بھرپور شرکت کی۔ یہ پروگرام (اپنی جگہ نہ

ہونے کے باعث) معروف درسگاہ اسلامیہ ہائی سکول میں منعقد ہوئے ہم اس سکول کی اس وقت کی انتظامیہ اور متعلقہ حضرات کے بے حد مشکور ہیں۔

☆ انجمن خدام القرآن جھنگ کی رجسٹریشن کے سلسلے میں اگرچہ درخواست تو 1998ء میں لاہور میں بھجوائی گئی تھی مگر اس وقت انجمنوں کی رجسٹریشن پر پابندی تھی یہ پابندی 2002ء میں ضلعی حکومتوں کے نظام کے روبعمل آنے کے بعد اٹھائی گئی اور ساتھ ہی یہ کام ضلعی حکومتوں کے سپرد ہوا۔ مئی 2002ء میں انجمن کی رجسٹریشن ہوئی اس سلسلے میں بہت سے دوستوں اور بہی خواہوں نے تعاون کیا اور اس مشکل کام کو آسان کرادیا وہ سب بھی شکریے کے مستحق ہیں۔

☆ انجمن کے Founder Members میں بہت سے قابل احترام افراد کے اسمائے گرامی ہیں انہوں نے اس کام میں ابتدائی مراحل میں تعاون کیا وہ سب بھی اس رجوع الی القرآن کی مساعی میں تعاون پر شکریہ کے مستحق ہیں۔

☆ انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ کے لئے زمین کی خریداری کے لئے مشاورت اور تعاون کے سلسلے میں بہت سے افراد نے وقت دیا اور صحیح مشورے دیئے پھر موقع کے انتخاب کے بعد زمین کی خریداری کے لئے تعاون فرمایا پلاٹوں کی انجمن کے نام رجسٹریشن میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنے میں بعض افراد کا بڑا حصہ ہے ہم ان سب کے شکرگزار ہیں۔

☆ انجمن کے پلاٹ پر قرآن اکیڈمی کی تعمیرات کے لئے فیصلہ ہوا کہ Project کا باقاعدہ نقشہ بنا کر یہ کام شروع کیا جائے نقشہ بنانے اور اس کی منظوری میں بہت سے افراد نے بے حد ایثار اور خلوص کا اظہار فرمایا ہم ان تمام حضرات کے بے حد شکرگزار ہیں۔

☆ قرآن اکیڈمی کی تعمیرات کے لئے فنڈز کی فراہمی ایک اہم مسئلہ تھا اور اب بھی ہے جن حضرات نے بھی اس سلسلے میں تعاون کیا اور ابھی کر رہے ہیں وہ حضرات بھی درجہ بدرجہ شکریہ کے مستحق ہیں۔

☆ قرآن اکیڈمی کی تعمیر کے آغاز کے تھوڑے ہی عرصہ بعد جیسے ہی کچھ حصہ قابل استعمال ہوا وہاں عربی کلاسوں، 25 روزہ قرآن فہمی کے کورسز اور دیگر سرگرمیوں کا آغاز ہو گیا۔ ماہانہ درس

قرآن (پروگرام) کا سلسلہ جنوری 2004ء سے جاری ہے۔ جو حضرات بھی ان پروگراموں کو رونق بخشتے ہیں وہ حضرات بھی شکریہ کے مستحق ہیں۔

☆ اکیڈمی میں ماہانہ پروگراموں میں شہر کے معروف علماء وقتاً فوقتاً کمال مہربانی سے مختلف تقاریب میں تشریف لائے اور اکیڈمی میں قدم رنجہ فرمایا۔ ہم ان تمام اہل علم حضرات کے دل کی گہرائیوں سے شکرگزار ہیں۔

☆ قرآن اکیڈمی میں اب کثیر تعداد میں لوگ معلومات اور پروگراموں کی تفصیل جاننے کے لئے تشریف لاتے رہتے ہیں وہ تمام حضرات بھی شکریہ کے مستحق ہیں۔

☆ 2005ء کے رمضان المبارک سے تراویح کے ساتھ ترجمۃ القرآن کا پروگرام اب اکیڈمی میں ہی ہوتا ہے، اعتکاف کا بھی انتظام ہوتا ہے جن حضرات نے بھی ان پروگراموں میں شرکت کی ہے اور ان پروگراموں کو کامیاب بنایا ہے ہم انکے بھی بے حد شکرگزار ہیں

☆ ماہنامہ حکمت بالغہ کے اجراء کے راستے میں بہت سی رکاوٹیں اور پیچیدگیاں حائل تھیں۔ اس سلسلے میں بھی ہمارے بہت سارے محسنین نے بے لوث تعاون فرمایا اور موقع بہ موقع مفید مشورے دیئے اور سال سے زیادہ عرصے پر پھیلی ہوئی ان کوششوں کو بارآور بنا دیا۔ یقیناً جن حضرات نے بھی اس سلسلے میں کوئی بھی کام کیا، یا ساتھ دیا، یا تعاون کیا، چاہے ان کے نام اس وقت ذہن میں آ رہے ہیں یا نہیں وہ سب کے سب بہت ہی زیادہ شکریہ کے مستحق ہیں قرآن اکیڈمی سے اس پرچے کے اجراء کے سلسلے میں ان کی مساعی بھی نہایت قابل قدر ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان تمام حضرات کو ان کی مساعی اور کوششوں کا کما حقہ اجر عطا فرمائے (آمین)

☆ ایک مشہور محاورے LAST BUT NOT THE LEAST کے مصداق اب تذکرہ کے لائق وہ حضرات اور محسنین ہیں جن کے احسانات ذاتی طور پر راقم الحروف پر انتہائی درجہ کے ہیں ان کی تعداد بھی کچھ کم نہیں ہے۔ یہ وہ عظیم اور مخلص حضرات ہیں جن کی سعی و محنت اور دعاؤں سے راقم ادنیٰ درجے میں سہی، دین کی کسی خدمت کے قابل ہوا ہے۔

اگرچہ راقم کا ارادہ ہے کہ ''ماہنامہ حکمت بالغہ'' کے آئندہ پرچوں میں اگر اللہ تعالیٰ کو

منظور ہوا اور فرصت میسر آئی تو ان تمام حضرات کا تذکرہ قدرے تفصیل سے کر دیا جائے جن سے کسی نہ کسی درجے میں راقم نے اکتساب فیض کیا ہے یا جن شخصیات کی تحریروں سے بالواسطہ استفادہ کیا ہے۔

تاہم اختصار کے ساتھ اصولی طور پر اتنا کہنا یہاں بھی بے جا نہ ہوگا کہ وہ تمام حضرات جن کی دعاؤں، کاوشوں، تعلیمی تدریسی مساعی سے راقم اس بات کے قابل ہوا ہے کہ آج وہ دین کی کسی خدمت کی ادائیگی میں مصروف ہے یا دل میں جذبہ اور ارادہ رکھتا ہے وہ تمام حضرات راقم کے نزدیک انتہائی شکریہ کے مستحق ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان محسنین کو جو دنیا سے کوچ کر چکے ہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور انہیں کروٹ کروٹ جنت عطا فرمائے (آمین) اور جو مہربان ابھی حیات ہیں اللہ تعالیٰ ان کا سایہ تا دیر رکھے اور ان کو اپنے دین متین کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین) اور مجھے بھی اللہ تعالیٰ اس بات کی توفیق مرحمت فرمائے کہ میں ان کے احسانات کا بدلہ دے سکوں اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خزانہ غیب اور رحمت بے پایاں سے میری طرف سے ان کے احسانات کا بدلہ دے اور ان کو دنیا اور آخرت میں کامیاب کرے۔(آمین)

حکمت بالغہ کے اجراء پر تہنیتی خطوط

(پروفیسر سمیع اللہ قریشی)

1۔سابق پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور وڈائریکٹر کالجز ڈی جی خان

بہت ہی تھوڑے عرصے میں کمال درجے کے انہاک ،خلوص اور محنت سے۔۔۔۔۔۔ قرآن اکیڈمی کی نہ صرف یہ کہ ایک خوبصورت عمارت کھڑی کر دکھائی بلکہ اسے صحیح معنوں میں ایک اکادمی کا مقام بھی دینے میں کامیاب ہوئے۔اور اب میرے علم میں یہ بات لائی گئی ہے کہ وہ اس اکادمی کی طرف سے ایک علمی مجلّہ کا اجراء بھی ''حکمت بالغہ'' کے نام سے کر رہے ہیں یہ بات میرے لئے ازحد خوش کن ہے۔ مجھے یقین ہے کہ فاروقی صاحب کا فعال وجود یہ علمی کام بھی صوری اور معنوی اعتبار سے یادگار انداز میں کر کے دکھادے گا۔قرآنی علوم کی ترویج واشاعت کے حوالے سے جھنگ سے ایک جریدے کا اجراء وقت کی عین ضرورت ہے۔اللہ کریم ان کی ہمتوں میں برکت ڈالے ۔(آمین)

حکمت بالغہ کا اجراء عصر حاضر کی اہم ترین ضرورت

مولانا غلام اللہ خان حقانی

دین اسلام جس ضابطہ حیات کا نام ہے وہ تاریخی ارتقاء کے ساتھ Up-date ہونے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے۔یہی وہ دین فطرت ہے جس میں قیامت تک آنے والے تمام انسانی مسائل کا حل موجود ہے۔یہی وجہ ہے کہ قدیم یونانی اور ایرانی فلسفوں کے غلبہ سے لیکر دور حاضر کے جدید فلسفوں تک کا جواب قرآن نے ہر زمانے کی علمی اور ذہنی سطح کو مدنظر رکھ کر دیا ہے، اس وقت اسلام کو درپیش چیلنجوں میں سب سے اہم ترین چیلنج جدید فلسفوں کا وہ یلغار ہے جس نے فکری اعتبار سے انسانیت کو ایک بہت بڑی تباہی سے دوچار کر دیا ہے۔ایک جدید علم کلام دنیا پر حاوی ہو چکا ہے۔جس نے سائنسی اور تکنیکی علوم کی بدولت ایک عالمی تہذیب کا روپ دھار لیا ہے

نیوٹن ،ڈارون،فرائڈ، مارکس اور ہیگل کے دیئے گئے معقول فلسفے اور نظریات اس تہذیب کی جڑوں میں کام کررہے ہیں۔ان فلسفوں سے زیادہ تر ہمارے معاشرے کے Intellectual Minorities متاثر ہورہے ہیں اس لئے کہ یہی طبقہ Tele-com unication کے Upgraded ذرائع انٹرنیٹ کیبل نیٹ ورک، ٹی وی،اخبارات اور رسائل و جرائد کو استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ اسی طبقہ کے اذھان میں روز بروز دین و مذہب سے بیزاری بلکہ تنفّر بڑھتا جارہا ہے

ان فلسفوں کے جواب میں جو کچھ لکھا اور کہا جارہا ہے۔اس سے اسلام کی To the point نمائندگی نہیں ہورہی۔اس لئے کہ ان فلسفوں کے توڑ کیلئے قرآن وحدیث میں جو کچھ رکھا گیا ہے۔اس میں عصری فکر کا لحاظ کرتے ہوئے جواب نہیں دیا جارہا ہے۔اس صورتحال پر البرٹ ہورانی کا یہ تبصرہ صادق آتا ہے۔ Most of the writting of Islam by muslims, is not on the current level یعنی مسلمانوں کی بیشتر تحریریں عصری فکر کی ہم سطح نہیں ہیں۔اگر عصری فکر کو مدنظر رکھ کر اسلام کی تشریح وتوضیح کی جائے تو یہ فکر اور اس فکر کی بنیاد پر بننے والی زندگی کو لوگ قبول کریں گے۔

آج تعلیم وتعلم ،ابلاغ وتبلیغ ،درس وتدریس نیز ذرائع ابلاغ کے جدید ترین ذرائع نے انسان کے ذہنی اور علمی سطح کو جو جلاء بخشا ہے اس سے اسلام کے ابھرنے اور زندگی کے جملہ شعبوں میں اسلامی نظریات کو قبول کرنے کا شدید داعیہ پیدا ہو چکا ہے۔کسی مفکر کا قول ہے'' سائنس نفس انسانی کے تزکیہ کا بہت بڑا ذریعہ ہے جو دنیا کے اعلیٰ ترین مذہب کے سوا دوسرے تمام مذاہب کو ناممکن بنا دیتی ہے۔''اس کی وجہ یہ ہے کہ سائنس محکم حقائق ہی کی تائید کرتی ہے اب جس مذہب کی بنیاد محکم حقائق پر ہو وہ باقی رہے گا، جبکہ دوسرے مذاہب ختم ہو جائینگے، اسلام کی بنیاد چونکہ محکم حقائق پر ہے۔جبکہ دنیا کے دوسرے مذاہب اپنی موجودہ صورت میں مفروضات پر قائم ہیں۔لہٰذا اس وقت دنیا کا اعلیٰ ترین مذہب اسلام ہی ہے۔اور سائنس جوں جوں ترقی کرے گی۔ اسلام کی حقانیت اور اعلیٰ ترین مذہب ہونے کے دلائل سامنے آتے رہیں گے۔اسی کسوٹی پر جب

علماء مغرب نے تمام مذاہب کو جانچا پرکھا۔ تو دنیا کے دوسرے مذاہب غیر معتبر قرار پائے۔ جبکہ اسلام کے بارے میں انہوں نے کھلے دل سے اعتراف کیا کہ اسلام واحد مذہب ہے جسے ہر اعتبار سے اعلیٰ ترین مذہب ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

خاص طور اس موضوع پر Dr.Maurice Bucaitte نے The Bible the Quran and Science لکھ کر اسلام قبول کیا۔ ڈاکٹر موریس بوکائٹے نے کھل کر لکھا ہے ''کہ اس کتاب کو دوسرے مذاہب کی کتابوں کے مقابلہ میں جو Historical Credibility یعنی تاریخی اعتباریت حاصل ہے اس کا تقاضا ہے کہ میں اسلام کو قبول کروں۔ لہٰذا میں از خود بھی مذہب اسلام کے دامن میں پناہ لینے کا اعلان کرتا ہوں اور غیر مسلموں کو بھی دعوت دیتا ہوں کہ وہ اس مذہب کو قبول کریں''۔ آج اسلام کو جدید اور سائنٹیفک انداز میں دنیا کے سامنے پیش کرنے کی ضرورت ہے اس سلسلہ میں امت مسلمہ میں جو پیش رفت ہو رہی ہے وہ لائق تحسین اور قابل ستائش ہے۔

انجمن خدام القرآن جھنگ کے زیر انتظام اس خاص نہج پر دعوت قرآنی کا بہت سارا کام ہو رہا ہے۔ قرآن اکیڈمی جھنگ کے روح رواں انجینئر مختار حسین فاروقی جس محنت اور لگن سے دعوت دین کے کام میں سرگرمی دکھا رہے ہیں اس کے ترتیب دیئے ہوئے مختلف نوعیت کے پروگرامز، تربیت گاہیں، دروسہائے قرآن وحدیث اسلام کے حرکی تصور پر موصوف کے مقالے گاہے بگاہے نظر سے گزرتے ہیں۔ جو اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی راہ ہموار کرنے میں بڑی مددگار ثابت ہو رہے ہیں۔ اللّٰھم زد فزد ۔ ان کا ارادہ ہے کہ اس فکر کو ایک ترتیب کے ساتھ ایک زیادہ منظّم انداز میں ایک ماہنامہ کے ذریعے دنیا میں پھیلایا جائے۔

اس ماہنامہ کا نام ''حکمت بالغہ'' ہے اپنے اس ماہنامہ کے متعلق فاروقی صاحب کا کہنا ہے کہ اس سے رسائل وجرائد کی تعداد میں اضافہ کرنا مقصود نہیں بلکہ یہ ماہنامہ ان اعلیٰ ترین انسانی اقدار کے حصول میں عوام وخواص کی مدد ومعاون بنے گا جس سے انسانیت ایک عرصہ دراز سے ناآشنا ہو چکی ہے میں نے جب اس بات کا جائزہ لیا تو میرے نزدیک ماہنامہ کے اجراء کے پیش نظر

مقاصد کا تجزیہ یوں کیا جا سکتا ہے

1۔ دورِ حاضر کے انسان کی سمجھ، شعور اور وجدان کو سامنے رکھ کر اسے دین اسلام کی دعوت دینا۔

2۔ انسان کو اپنے اعلیٰ وارفع مقام سے آ گہی اور اس مقام کی Restoration میں اس کو مدد دینا

3۔ حقیقت انسان سے آ گہی کے بعد اس اعلیٰ مقام پر ثابت قدم رہنے کا طریقہ کار سمجھانا۔

4۔ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے ایسی موزوں افرادی قوت کو ڈھونڈ نکالنا جو ایک طرف رسوخ فی العلم رکھتی ہو اور دوسری طرف غلبہ دین کیلئے جذبہ جہاد سے سرشار ہو۔

5۔ موجودہ بے خدا نظام تعلیم کے نقائص کی نشاندہی کر کے قوم و ملت کو ایسے تعلیمی زیور سے آراستہ کرنا جو فلاح دینوی کے ساتھ ساتھ نجات اخروی کا ذریعہ بھی بنے۔

(والله اعلم بالصواب)

میری دعا ہے کہ اللہ اس عظیم مقصد میں مختار حسین فاروقی اور انجمن کے جملہ خادمین قرآن کو کامیاب و کامران کرے اور قارئین سے پرزور اپیل ہے کہ وہ علم و حکمت کے اس پرچہ کے اجراء اور تشہیر میں انجمن کی علمی، قلمی، مالی، اخلاقی اور تبلیغی مدد کریں۔

(پروفیسر گوہر صدیقی)

سابق پرنسپل گورنمنٹ جھنگ

محترم بھائی مختار فاروقی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ گرامی نامہ موصول ہو یاد فرمائی کے لئے بے حد ممنون ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر سے نوازیں (آمین) خیر کم من تعلم القرآن و علم کی روشنی میں جب آپ کو دیکھتا ہوں اور پھر بصد رشک وحسرت اپنے آپ پر نظر ڈالتا ہوں تو بے ساختہ ہونٹوں پہ یہ الفاظ جاری ہو جاتے ہیں ذٰلك فضل الله يوتيه من يشآء والله ذوالفضل العظيم۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی کتاب پاک کے پیغام کو عام کرنے اور لوگوں کو قرآن عظیم کی طرف بلانے کے لئے خاص کر لیا ہے۔ یہ وہ اعزاز ہے جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ”

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا''۔ ''ماہنامہ حکمت بالغہ'' کا اجراء اور وہ بھی جھنگ سے۔۔۔۔۔ایک ایسا قلندرانہ اقدام ہے جو سراسر توکل علی اللہ کی کیفیت سے سرشاری کا مظہر ہے۔ اللھم زد فزد

مجھ جیسے تنگ نظروں کے لئے تو اس نوعیت کے پرچے کا جھنگ جیسے قصبے سے اجراء اور پھر اس اجراء کا جاری رہنا دیوانے کا خواب ہے لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ کچھ کام ایسے بھی ہیں جو دیوانوں ہی کے کرنے کے ہوتے ہیں۔ ملک نصر اللہ خان عزیز مرحوم کا شعر ہے۔

کام کے لوگ تو رہ جاتے ہیں اندیشوں میں
ہم سے دیوانے ہی محبوب کے کام آتے ہیں

بہرحال میری طرف سے آپ کو بہت بہت مبارک۔ رہا پیغام تو میں کیا اور میرا پیغام کیا بس ایک دعا ہے، تمنا ہے، حسرت ہے اور ارمان ہے کہ کاش عمر کا یہ آخری حصہ حکمت بالغہ سے روشن ہو کر ''حکمت بالغہ'' کی روشنی پھیلانے کے کام آ سکے اس عاجز کو اس سلسلے میں جو بھی خدمت سونپی جائے گی۔ اسے اپنی خوش نصیبی سمجھوں گا یہی صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے۔

حرف آرزو

یہ بات راقم الحروف سمیت اس کے گھر والوں اور سرزمین جھنگ میں دعوت رجوع الی القرآن کے تمام وابستگان اور خیر خواہان پر لازم ہے کہ ہم سب اپنے خالق و مالک کا دل کی گہرائیوں سے شکر ادا کریں کہ اس نے ہمیں اسلام کی ہدایت دی، ایمان کی روشنی عطا فرمائی اور پھر اپنی کتاب کی خدمت کی سعادت بخشی کہ ہم اس ''نور مبین'' کو پھیلانے میں لگ جائیں۔ انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ کا قیام اسی جذبہ کا مظہر ہے۔ عربی کلاسوں کا اجراء، دروس قرآن، خطبات جمعہ اور رمضان المبارک کی مبارک ساعتوں میں رات کو تراویح کے ساتھ ترجمۃ القرآن کی سعادت بھی اسی مقصد کے حصول کا ذریعہ اور اسی منزل کے نشان راہ ہیں۔ اسی تسلسل میں اس ذات اقدس کا ایک اور احسان یہ ہے کہ انجمن خدام القرآن کے مقاصد کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک ماہنامہ جاری کرنے کا حوصلہ دیا۔ اس جریدے کا نام قرآن مجید کی سورۃ القمر کی ایک آیت سے ماخوذ ہے ''حکمت بالغۃ'' کے معنی اردو میں کامل دانائی اور انگریزی میں MATURE WISDOM کے کئے گئے ہیں۔ (فوری توجہ کے لئے سورۃ القمر 54 کی ابتدائی آیات اور ترجمہ علیحدہ صفحہ پر درج ہے)۔

اسی سورۃ میں انذار کے انداز میں اللہ تعالیٰ نے سابقہ امتوں کا ذکر فرمایا اور ان کے استکبار، غرور اور انکار حق کے نتیجے میں تباہی و بربادی کا ذکر فرمایا اور نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ

کی آمد اور قرآن مجید کے نزول کے بعد اب انسانیت کے لئے خسران سے بچاؤ اور اخروی کامیابی کا واحد راستہ قرآن مجید اور صاحب قرآن حضرت محمد ﷺ کی کامل اور غیر مشروط اطاعت سے وابستہ ہے لیکن ہماری بدقسمتی کہ سورج کی طرح روشن چیز کے سامنے دیگر چیزوں کو دیکھتے ہیں اور حقیر اور معمولی چیزیں بھی اہم اور روشن نظر آتی ہیں مگر بذات خود سورج کا انکار کر رہے ہیں اور اس سے استفادہ نہیں کرتے جہاں سے یہ ساری روشنی پھوٹ رہی ہے اور انسانی عقل وشعور اور ظاہر و باطن کو منور کرنے کے اسباب اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں۔

چنانچہ اسی سورت میں اللہ تعالیٰ نے چار مرتبہ فرمایا کہ : ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر ''اور یقیناً ہم نے قرآن (مجید) کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا تو ہے کوئی (عقل وشعور کے لئے روشنی اور رہنمائی کا متلاشی جو اس قرآن مجید پر غور وفکر کر کے) اس سے نصیحت حاصل کرنے والا۔''

ماہنامہ ''حکمت بالغہ'' کا اجراء محض دینی جرائد میں ایک نام کا اضافہ نہیں ہے بلکہ قرآن وسنت کی محکم اساسات پر قائم رہتے ہوئے اور اسلاف اور سوادِ اعظم سے وابستگی کے ساتھ دور حاضر میں قرآن مجید کی تعلیمات کو عام کرنے کا عزم لے کر سفر کا آغاز کر رہا ہے۔ گذشتہ دو تین صدیوں کی مغربی بالادستی اور اس کے افکار وفنون کی ہمہ گیریت کے باوجود سکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں سے فارغ التحصیل نوجوانوں کی ایک خاصی بڑی تعداد ہے (جو یقیناً نظر انداز نہیں کی جاسکتی) جن کے دلوں میں بے عملی کے باوجود دین دشمنی کا جذبہ نہیں ہوتا بلکہ منبر ومحراب سے سنی ہوئی وہ آوازیں جو بچپن سے ہی ذہنوں میں پیوست ہوتی ہیں اور دوسری طرف وہ تعلیم جو وہ ان تعلیمی اداروں میں حاصل کرتے ہیں (جن کو بدقسمتی سے خدا بیزار نظام تعلیم کی تربیت گاہیں کہا جا سکتا ہے) ان میں مطابقت نہ پا کر وہ حیران و پریشان ہو جاتے ہیں اور پھر ان کی دبی ہوئی خواہش کے باوصف وہ مغربی افکار ونظریات کو قرآن وحدیث اور دینی لٹریچر کے مقابل میں بودا، بے لحاظ اور بے وقعت ثابت کرنے کے اسباب وآثار بھی ماحول میں نہ پائے جانے کی وجہ سے حیران و ششدر رہ جاتے ہیں اور ــــــ نتیجۃً بے عملی کے ریلے میں بہہ کر دین سے دور نکل جاتے ہیں۔

کل کی طرح آج بھی ضرورت اس بات کی ہے کہ دین کی اصل حقیقت کو ہاتھ سے دیئے بغیر ان باطل اور بے بنیاد نظریات کا ابطال کیا جائے جو آج ہماری نئی نسلوں (جواب جوان ہوکر عملاً اعلیٰ اختیار کے حامل عہدوں پر فائز ہیں اور ملکی نظم و نسق چلا رہے ہیں) کو یخرجونھم من النور الیٰ الظلمٰت کے مصداق کسی اعلیٰ نصب العین کے حامل بنانے کی بجائے ترقی معکوس کی منزلیں طے کرا کے حیوانیت کے قریب کر رہے ہیں ۔ بقول اقبال ؎

ہو فکر اگر خام تو آزادئ افکار

انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ

چنانچہ ''حکمت بالغہ'' کے ذریعے قرآن مجید کی حکمت کو جدید اعلیٰ علمی سطح پر آشکار کرنے کی بھرپور کوشش کی جائے گی تا کہ فکر مغرب کی کمزوری اور بعض تضادات مبرہن کر کے انسانی عقل و شعور کو خالق کائنات اور آسمانی ہدایت (قرآن مجید) سے روشناس کرایا جا سکے۔

اس گفتگو کے اختتام سے پہلے قارئین سے گزارش ہے کہ وہ اس سلسلے میں اپنی آراء تجاویز اور مشورے ارسال کرنا نہ بھولیں تا کہ اگر ہم کہیں بھول رہے ہوں تو بروقت رہنمائی ہو سکے۔ واللہ الموفق والمستعان

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن کی شائع کردہ کتاب

برّاعظم پاک و ہند میں

اسلام کے انقلابی فکر

کی تجدید و تعمیل

اور اس سے

انحراف کی راہیں

سے ایک باب

ڈاکٹر اسرار احمد

فکرِ اسلامی کی تجدید اور علامہ اقبال

علامہ اقبال نے یورپ کی علمی اور سائنسی ترقی کو روحِ قرآن کا ظہور اور بروز، اور عوام کے سیاسی اور معاشی حقوق کے تصور کو نورِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ماخوذ اور مستعار قرار دینے اور اسلام کے علم کلام کو افلاطونی تصورات کی دلدل اور ارسطو کی منطق کی بھول بھلیوں سے نکال کر جدید تجرباتی علوم کی اساس پر استوار کرنے کے ساتھ ساتھ ایک جانب مغرب کے دو جدید عمرانی نظریات اور بنیادی سیاسی تصورات پر کڑی تنقید کرتے ہوئے مغربی تہذیب کو پوری خود اعتمادی اور جرات زندانہ کے ساتھ چیلنج کیا، اور دوسری جانب نہ صرف یہ کہ اسلام کے اصل انقلابی فکر کی پوری ''مجددانہ'' شان کے ساتھ از سر نو تدوین کا فریضہ سرانجام دیا اور اللہ اور رسولؐ کے عطا کردہ نظام عدل اجتماعی کو عہد حاضر کی اعلیٰ ترین فکری سطح پر اور حقوق انسانی کے بلند ترین تصورات کے ساتھ ہم آہنگ کر کے پیش کیا، بلکہ انقلاب کا زوردار نعرہ لگاتے ہوئے اس کے منہج اور منہاج کو بھی کمال اختصار لیکن حد درجہ جامعیت کے ساتھ پیش کر دیا۔

مغرب کے جن دو جدید عمرانی نظریات پر علامہ نے شدید تنقید کی وہ سیکولرزم اور نیشنلزم یعنی وطنی قومیت ہیں۔ اور ان کے ضمن میں علامہ کے خیالات اتنے واضح و بین اور معروف و مشہور ہیں کہ یہاں ان کی جانب صرف ایک اجمالی اشارہ کافی ہے۔ چنانچہ سیکولرزم علامہ کے نزدیک اس دور کا سب سے بڑا فتنہ اور دین اور سیاست کی علیحدگی فساد کی اصل جڑ ہے۔ مزید برآں انسانی حاکمیت کا تصور علامہ کے نزدیک کفر اور شرک ہے، قطع نظر اس سے کہ وہ شخصی اور انفرادی ہو یا قومی اور عوامی۔ اس موضوع پر علامہ کے مشہور اور عام فہم اشعار میں سے تو یہ دو شعر سب سے زیادہ نمایاں ہیں: ؎

جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی!

اور ؎

ہوئی دین و دولت میں جس دم جدائی
ہوس کی امیری، ہوس کی وزیری!

لیکن زیادہ لطیف انداز اور گہرے پیرائے میں یہ بات علامہ کی حیات مستعار کے بالکل آخری دور کی نظم ''ابلیس کی مجلس شوریٰ'' کے اس شعر میں بیان ہوئی ہے کہ ؎

ہم نے خود شاہی کو پہنایا ہے جمہوری لباس
جب ذرا آدم ہوا ہے خود شناس و خود نگر!

گویا علامہ کے نزدیک یورپ میں احیاء العلوم اور اصلاح مذہب کی تحریکوں کے زیر اثر آدم میں جو ''خود شناسی'' اور ''خود نگری'' کا شعور پیدا ہوا' وہ اصلاً تو درست تھا لیکن اسے ابلیس اور اس کے کارندوں نے ''عوامی حاکمیت'' کی صورت دے کر شیطنت کا سب سے بڑا مظہر اور ابلیس کا آلہ کار بنا دیا ہے۔ چنانچہ جو گندگی منوں اور ٹنوں کے حساب سے ماضی میں کسی فرعون اور کسی نمرود یا کسی قیصر اور کسی کسریٰ کے سر پر تاج کی صورت میں رکھی ہوتی تھی وہ آج تولہ تولہ یا ماشہ ماشہ ہر انسان کے سر پر لیپ دی گئی ہے' لیکن نجاست بہر حال نجاست ہے' خواہ منوں اور ٹنوں کے حساب سے ہو، خواہ تولوں اور ماشوں کی مقدار میں!

رہا وطنی قومیت کا جدید تصور تو اس کے ضمن میں تو واقعہ یہ ہے حضرت علامہ نے بارہ اشعار پر مشتمل جو نظم اردو میں کہی اور تین اشعار پر مشتمل جو قطعہ فارسی میں کہا ان کے بارے میں میں پورے وثوق کے ساتھ وہی بات کہنے کو تیار ہوں جو امام شافعیؒ نے سورۃ العصر کے بارے میں کہی ہے۔۔۔ اس موضوع پر امام شافعیؒ کا زیادہ مشہور قول تو یہ ہے کہ ''اگر لوگ صرف اس سورت پر تدبر کر لیں تو یہ ان (کی ہدایت) کے لئے کافی ہے!'' لیکن ان کا ایک دوسرا زیادہ فصیح اور بلیغ قول وہ ہے جو مفتی محمد عبدہٗ نے اپنی تفسیر پارہ عم میں نقل کیا ہے' یعنی: ''اگر قرآن میں سوائے اس ایک سورت کے اور کچھ بھی نازل نہ ہوتا تب بھی یہ (لوگوں کی ہدایت) کے لئے کافی ہوتی!'' ۔۔۔ علیٰ ہذا القیاس مجھے یہ کہنے میں ہرگز کوئی باک نہیں ہے کہ اگر علامہ مرحوم نے ساری عمر میں صرف یہی اشعار کہے ہوتے تب بھی وہ خود اپنے ہی شعر ؎

''نظارہ دیرینہ زمانے کو دکھا دے
اے مصطفویؐ خاک میں اس بُت کو ملا دے''

کے مصداق مغربی تمدن کے لئے سب سے بڑے ''بت شکن'' اور ''قومیتِ اسلام'' کے مجددِ اعظم قرار پانے کے مستحق ہوتے!

اس معاملے میں بھی یہ بات قابل غور ہے کہ حضرت علامہ نے اپنی اردو نظم (مشمولہ ''بانگ درا'' صفحات ۱۶۰۔۱۶۱) میں ایک ''سیاسی تصور'' کی حیثیت سے ''وطن'' کو ایک جانب عہد حاضر کے ''تازہ خداؤں'' میں سب سے بڑا خدا اور تہذیب جدید کے آزر کے تراشے ہوئے نئے اصنام میں سب سے بڑا ''صنم'' قرار دیا' گویا ''وطنیت'' کو سب سے بڑے شرک سے تعبیر کیا جوازروئے قرآن ناقابل معافی جرم ہے (سورۃ النساء آیات ۴۷ اور ۱۱۶) اور دوسری جانب نوع انسانی کے لئے نہایت تباہ کن اور مہلک بیماری قرار دیا' جس کے بطن سے ''مخلوق خدا'' میں تفرقہ وعداوت اور ''اقوام جہاں'' میں باہمی ''رقابت'' جنم لیتی ہے' جس کے نتیجے میں سیاست اخلاق سے ''خالی'' اور ''تجارت'' ذریعہ ''تسخیر'' (یعنی امپریلزم کا آلہ) بن جاتی ہے۔۔۔اور ان سب کا نتیجہ یہ کہ ''کمزور'' اقوام تباہ وبرباد ہو کر رہ جاتی ہیں اور ان کا گھر ''غارت'' ہو جاتا ہے!

رہا فارسی قطعہ تو اس کے ضمن میں اگرچہ مولانا حسین احمد مدنیؒ کا یہ اعتراض تو بالکل بجا تھا ''میں نے ملت نہیں قوم کا لفظ استعمال کیا تھا!'' اور اس پر حضرت علامہ نے بھی نہایت وسعت قلبی اور عالی ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے معذرت کر لی تھی' لیکن مولانا مدنیؒ کے اس قول کے بارے میں کہ ''میرا یہ کہنا کہ آج کل قومیں وطن سے بنتی ہیں محض خبر یہ تھا' انشائیہ نہیں تھا'' ان کی تمام تر جلالت قدر' اور ان کے تقویٰ وتدین اور مجاہدانہ سیرت وکردار کے اعتراف کے باوجود یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ ایک بالکل مہمل بات تھی، اس لئے کہ مولانا ایک سیاسی اور مذہبی قائد تھے اور اس اعتبار سے ان کی ہر بات میں ''انشاء'' اور مشورہ کا رنگ ہونا بالکل فطری امر تھا۔ اور علامہ اقبال کی تنقید بھی اصلاً مغرب کے اس نظریئے ہی پر تھی کہ قوم وطن سے بنتی ہے! (ملت کا لفظ تو غالباً صرف ضرورت شعری کے تحت استعمال ہو گیا تھا۔) اور کفر اور شرک ایسے امراض ہر دور میں جو نئے لباس

پہن کر اور نت نئے بھیس بدل کر اولادِ آدم کی گمراہی کے درپے ہوتے ہیں ان کی۔

''بہر رنگ کہ خواہی جامہ مے پوش
من اندازِ قدت را می شناسم !''

کے انداز میں صحیح پہچان کی صلاحیت اللہ تعالیٰ کا ایک خصوصی فضل ہوتا ہے جو اس دور میں مبدءِ فیض سے علامہ اقبال کو عطا ہوا تھا۔۔۔ بقول خود ان کے کہ

عذابِ دانشِ حاضر سے با خبر ہوں میں
کہ میں اس آگ میں ڈالا گیا ہوں مثلِ خلیلؑ !

قصہ مختصر، ایک جانب سیکولرزم اور عوامی حاکمیت اور دوسری جانب وطنی قومیت کی پرزور نفی کی اساس پر علامہ اقبال نے تہذیب جدید اور مغربی تمدن کو نہ صرف چیلنج کیا بلکہ ''خبردار'' بھی کیا کہ ؎

دیار مغرب کے رہنے والو خدا کی بستی دکاں نہیں ہے
کھرا جسے تم سمجھ رہے وہ اب زر کم عیار ہو گا!

اور۔

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائدار ہو گا!

اس مقام پر آگے پڑھنے سے قبل یہ جملہ معترضہ عرض کئے بغیر نہیں رہا جا رہا ہے کہ ''مسلم قومیت'' کی اساس پر وجود میں آنے والے ملک میں، جس کے لئے ساری سیاسی جنگ ''جداگانہ انتخابات'' کی بنیاد پر لڑی گئی تھی، پچاس سالہ تعطل کے نتیجے میں نظریاتی انحراف اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ ملک کی ایک بڑی سیاسی جماعت یعنی پاکستان پیپلز پارٹی تو برملا ''مخلوط انتخابات'' کا نعرہ لگا رہی ہے، زیادہ افسوس ناک بات یہ ہے کہ مسلم لیگ کے بھی بعض سیکولر مزاج کارکن اور رہنما کم از کم نظریاتی سطح پر اسی کے راگ میں اپنی راگنی شامل کر رہے ہیں، اور نوبت بایں جا رسید کہ

''اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر

خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمیؐ'

اور

'' ان کی جمعیّت کا ہے ملک و نسب پر انحصار
قوتِ مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری ! ''

کی بنیاد پر وجود میں آنے والے ملک میں شناختی کارڈ میں ''مذہب'' کے خانے کے اندراج پر اس قدر شوراور ہنگامہ برپا ہوا ہے کہ مذہبی جماعتوں کو ایجی ٹیشن کی دھمکی دینی پڑ رہی ہے!۔۔۔ رہا قائداعظم مرحوم کا ۱۱/اگست ۴۷ء والا جملہ تو اسے ایک وقتی مصلحت کے طور پر قبول کرنا تو بالکل دوسری بات ہے لیکن اگر مستقل فلسفے اور پاکستان کے دستور اور نظام کی مستقل اساس کے طور پر تسلیم کرلیا جائے تو یہ ''نظریہ پاکستان'' کی صریح نفی اور مفکر و مصور پاکستان کے افکار و نظریات سے کھلی بغاوت ہے! جو نظریاتی سطح پر پاکستان کے جواز کے خاتمے اور خاکم بدہن بالآخر عملی طور پر سویت یونین کے مانند پاکستان کے بھی نیست و نابود ہونے پر منتج ہو گی جبکہ پاکستان کی اس نظریاتی اساس کا استحکام اور اسی کی بنیاد پر ملک کے پورے دستوری اور قانونی نظام کی تشکیل عالم انسانیت میں ایک نئی تہذیب کے رواج ایک نئے تمدن کے قیام و فروغ اور اس ''نیو ورلڈ آرڈر'' کی بجائے جو حقیقت کے اعتبار سے ''جیو ورلڈ آرڈر'' یعنی یہود کی بالا دستی کا نظام ہے ایک حقیقی اور واقعی منصفانہ عالمی نظام (Just World Order) کے قیام کا نقطہ آغاز بن جائے گی۔ اور چونکہ یہی وہ چیز ہے جو ابلیس لعین اور اس کی تمام صلبی اور معنوی ذریت (اولاد) اور یہود اور ان کے آلہ کار ''وہائٹ اینگلو سیکسن پروٹسٹنٹس'' (WASP) کو ناپسند ہے' لہٰذا پاکستان میں اس منزل مقصود کی جانب کوئی چھوٹے سے چھوٹا' اور حقیر سے حقیر اقدام بھی ابلیس اور اس کے ملکی اور غیر ملکی کارندوں کو سخت ناگوار ہوتا ہے!

''ابلیس کی مجلس شوریٰ'' نامی نظم حضرت علامہ نے ۱۹۳۶ء میں اپنے انتقال سے زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ دو سال قبل کہی تھی اور ان کے اردو کلام میں شعریت کے اعتبار سے تو بعض دوسری نظمیں اس کے مقابلے میں بہت بلند مرتبہ و مقام کی حامل ہیں' لیکن ''امتِ مسلمہ کے نام پیغام''

کے اعتبار سے اس میں ہرگز کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ اسی کو ان کے '' خاتمہ کلام'' اور ''پیامِ آخریں'' کی حیثیت حاصل ہے۔ اور اس کا '' حاصل کلام'' یا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ ابلیسیت کو کوئی خطرہ نہ جمہوریت سے ہے' نہ اشتراکیت سے بلکہ صرف اور صرف اسلام سے ہے۔ اس لئے کہ جہاں تک مغرب کی نام نہاد جمہوریت کا تعلق ہے وہ محض ''ملوکیت کا اک پردہ'' ہے اور اس کی حقیقت ۔ع

''چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریخ تر''

کے سوا اور کچھ نہیں (اس لئے کہ وہ اپنی اصل حقیقت کے اعتبار سے ''سرمایہ داروں کی آمریت'' ہے)۔ اسی طرح اشتراکیت بھی قدیم ''مزدکی منطق کی سوزن'' سے نوع انسانی کے گریبانوں کے چاک کو رفو نہیں کر سکتی' بقول ابلیس ۔

کب ڈرا سکتے ہیں مجھ کو اشتراکی کوچہ گرد
یہ پریشاں روز گار' آشفتہ مغز' آشفتہ ہو !

لہٰذا ۔

ہے اگر کوئی خطر مجھ کو تو اس امت سے ہے
جس کی خاکستر میں ہے اب تک شرارِ آرزو !

اور ۔

جانتا ہے جس پہ روشن باطنِ ایام ہے
مزدکیت فتنۂ فردا نہیں ' اسلام ہے !

اسلام سے اس خوف اور خطرے کے مقابلے میں ابلیس کو اگرچہ یہ تسلی اور اطمینان حاصل ہے کہ ایک جانب تو مسلمانوں کی عمل کے اعتبار سے حقیقی اور واقعی صورت حال یہ ہے کہ ۔

جانتا ہوں میں یہ امت حاملِ قرآں نہیں
ہے وہی سرمایہ داری بندۂ مومن کا دیں !

اور ۔

جانتا ہوں میں کہ مشرق کی اندھیری رات میں
بے یدِ بیضا ہے پیرانِ حرم کی آستیں !

اور دوسری جانب نام نہاد ''اہل ایمان'' کے ایمان کی واقعی کیفیت یہ ہے کہ وہ ''یقین'' کی بجائے محض ایک ''عقیدہ'' بن کر رہ گیا ہے یعنی ۔ ع

یہ غنیمت ہے کہ خود مومن ہے محرومِ یقیں!

اور ۔

زندہ قوت تھی زمانے میں یہ توحید کبھی
اور اب کیا ہے فقط اک مسئلہ علمِ کلام !

تاہم چونکہ تاریخ کے بہاؤ کا رخ لامحالہ ''تلاش مصطفیٰ'' کی جانب ہے لہٰذا ابلیس کو یہ اندیشہ بھی لاحق ہے کہ ۔

عصرِ حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ ہو جائے آشکارا شرعِ پیغمبرؐ کہیں !

اور اس کے بعد کے چار اشعار تو نہ صرف یہ کہ اس طویل نظم کی اصل جان ہیں' بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اسلام کے نظام عدل اجتماعی یا نظام مصطفیٰ ﷺ کا جو فہم علامہ اقبال کو زندگی بھر کے مطالعے اور غور وفکر کے ذریعے حاصل ہوا تھا اس کی تعبیر کے ضمن میں ''سہل ممتنع'' کی بھی اعلیٰ ترین مثال ہیں اور ''جوامع الکلم'' کی بھی بہترین نظیر! چنانچہ:

(۲) ۔

الحذر! آئینِ پیغمبر سے سو بار الحذر !
حافظِ ناموسِ زن ' مرد آزما ' مرد آفریں

کی رو سے حضرت علامہ کے نزدیک اسلام کے سماجی اور معاشرتی نظام کی دو بنیادیں یہ ہیں کہ (i) اس میں عورتوں کی عصمت وعفت اور عزت و ناموس کی حفاظت کو اولین مقصد اور ہدف کی حیثیت حاصل ہے۔ اور (ii) اس میں مشکل اور مشقت طلب فرائض (جیسے طلبِ معاش

اور دفاعِ ملک وملت) کا بوجھ مرد پر ڈالا گیا ہے، عورت پر نہیں!

(۲)

موت کا پیغام ہر نوعِ غلامی کے لئے
نے کوئی فغفور و خاقاں، نے گدائے رہ نشیں!

کے مطابق اسلام کا سیاسی نظام ''تمیز بندہ و آقا'' کے خاتمے کے اصول پر مبنی ہے، جس کی ایک ہی صورت ممکن ہے۔ یعنی یہ کہ حاکمیت صرف اللہ کے لئے تسلیم کی جائے، بقول اقبال

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری!

اور تمام انسان حدیثِ نبویؐ وارد الفاظ ''کونو اعباد الله اخوانا'' کے مطابق ایک جانب اللہ کے بندے اور دوسری جانب آپس میں بھائی بھائی بن جائیں ۔۔۔۔ اور صرف عقیدہ اور نظریہ کے علاوہ کوئی دوسری تمیز و تفریق اور اونچ نیچ انسانوں کے مابین باقی نہ رہے! بقول اقبال

کُلُّ مُومِن اِخوَۃٌ اندر دلش
حریّت سرمایہءِ آب و گلش

اور

ناشکیبِ امتیازات آمدہ
در نہادِ اُو مساوات آمدہ !

جس کا منطقی نتیجہ ہے کہ اسلام روئے ارضی پر اللہ کی حاکمیت اور مسلمانوں کی خلافت کا نظام قائم کرنا چاہتا ہے گویا

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر !

(۳) اقبال کی جامعیت کا نمایاں مظہر یہ بھی ہے کہ جہاں مابعدالطبیعات ان کا اصل موضوع تھا وہاں انہیں اقتصادیات سے بھی گہری دلچسپی تھی۔ چنانچہ ان سے بڑھ کر کون اس حقیقت سے

واقف ہوسکتا تھا کہ آج کی دنیا میں سب سے زیادہ اہمیت معاشیات کو حاصل ہے اور آج کا انسان بالفعل ''معاشی حیوان'' بن چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن چار اشعار پر اس وقت گفتگو ہو رہی ہے' ان میں سے دو کا تعلق اسلام کے اقتصادی تصورات سے ہے۔ چنانچہ ایک جانب ''سرمایہ'' کے بارے میں فرمایا:

کرتا ہے دولت کو ہر آلودگی سے پاک و صاف
منعموں کو مال و دولت کا بناتا ہے امیں !

اور دوسری جانب ''زمینداری'' کی جڑ یہ کہہ کر کاٹ دی کہ

اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب
پادشاہی کی نہیں ' اللہ کی ہے یہ زمیں !

اس میں ہرگز کوئی شک نہیں ہے کہ اسلام کے سماجی انصاف کے نظام کے ضمن میں علامہ اقبال نے توحید الٰہی کے تینوں منطقی نتائج کو خود بھی کما حقہ سمجھا اور اللہ کے فضل و کرم سے انہیں اپنے اشعار کے ذریعے سمجھانے اور عام کرنے کا حق بھی پوری طرح ادا کر دیا۔ یعنی (i) یہ کہ چونکہ تمام انسان ایک ہی خالق کے پیدا کردہ (مزید برآں ایک ہی انسانی جوڑے کی نسل سے ہیں) لہٰذا ان کے مابین پیدائشی طور پر نسل' رنگ یا صنف کی بنا پر کوئی اونچ نیچ نہیں ہے (ii) یہ کہ ''حاکمیت مطلقہ'' صرف اللہ ہی کیلئے ہے' اور انسان کیلئے محض ''خلافت'' ہے اور (iii) یہ کہ ''ملکیت تامہ'' بھی صرف اللہ ہی کے لئے انسان کے لئے زمین سمیت کل مال و دولت صرف ''امانت'' کے حکم میں ہے۔ بقول شیخ سعدیؒ

ایں امانت چند روزہ نزدِ ماست
در حقیقت مالکِ ہر شے خداست !

اور بقولِ اقبال ؏

بندۂ مومن امیں' حق مالک است !

ان میں سے جہاں تک ''سیاست خلافت'' کا تعلق ہے اس پر کچھ ہی دنوں قبل ان

کالموں میں بھی مفصل گفتگو ہو چکی ہے' مزید برآں متعدد سیمینار بھی منعقد کئے جا چکے ہیں' لہٰذا اس کے بارے میں کسی مزید وضاحت کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ البتہ جہاں تک معاشی عدل و انصاف کے ضمن میں اسلام کی تعلیمات کا تعلق ہے اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ ان کی حقیقت اور اہمیت جس شدت وحدت اور گہرائی و گیرائی کے ساتھ علامہ اقبال پر منکشف ہوئی اس کی کوئی مثال کم از کم انیسویں اور بیسویں صدی کے مفکرین اسلام اور داعیان دین میں سے کسی کے یہاں نہیں ملتی۔

چنانچہ یہ شعور و ادراک تو بحمد اللہ عام ہے کہ اسلام نے اپنے معاشی نظام میں ذاتی منفعت کے جبلی تقاضوں کو مناسب حد تک ملحوظ رکھ کر ''سرمایہ کاری'' کے لئے تو پوری فضا برقرار رکھی' لیکن ''سرمایہ داری'' کی لعنت کی جڑ سود کی حرمت کے ذریعے کاٹ کر رکھ دی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ''ربا'' کی خباثت و شناعت کے احساس و ادراک کے ضمن میں جس ''جوہر اندیشہ کی گرمی'' اقبال کے یہاں نظر آتی ہے وہ کم از کم راقم کی محدود معلومات کی حد تک کسی دوسرے مفکر یا عالم کے یہاں موجود نہیں ہے ذرا ملاحظہ فرمائیں ۔

از ربا آخر چہ می زاید؟ فتن !
کس نہ داند لذتِ قرضِ حسن

اور ؎

از ربا جاں تیرہ ' دل چوں خشت و سنگ
آدمی درندہ بے دندان و چنگ !

(اس ضمن میں احساس کی شدت اور حدت کے اعتبار سے اگر کوئی دوسرا شخص اقبال کے آس پاس نظر آیا تو وہ بھی حسن اتفاق سے ایک کشمیری شیخ ہی تھا۔ یعنی شیخ محمود احمد مرحوم جن کی مختصر کتاب ''سود کی متبادل اساس'' تو اردو اور انگیریزی دونوں زبانوں میں ادارۂ ثقافت اسلامیہ لاہور سے شائع ہو چکی ہے لیکن اصل معرکۃ الآراء تصنیف ''انسان اور سرمایہ'' (Man and Money) ابھی زیر طباعت ہے ۔ لیکن صرف انگریزی میں !)

تاہم سود کی حرمت کے مسئلے پر تو پھر بھی غنیمت ہے کہ علماء دین کا اجماع ہے (اگرچہ دورِ ملوکیت میں پروان چڑھنے والی فقہ نے ''بیعِ مئوجل'' اور ''بیع مرابحہ'' کی اساس پر شرعی حیلوں کے ذریعے سودخوروں کے اطمینان وتسکین کا سامان فراہم کر رکھا ہے) لیکن ''زمین کے سود'' یعنی غیر حاضر زمینداری اور مزارعت کو تو امام اعظم حضرت ابوحنیفہؒ اور امام دارالہجرت حضرت مالکؒ کے فتووں کے علی الرغم تمام علمائے دین نے شیر مادر کی طرح حلال وطیب قرار دے رکھا ہے اور واقعہ یہ ہے کہ یہ علامہ اقبال کے ہاتھوں اسلام کے انقلابی فکر کی تجدید کا نہایت اہم اور نمایاں مظہر ہے کہ اس مسئلے پر بھی انہوں نے نہایت واضح اور دوٹوک بات کی۔ چنانچہ ایک جانب فلسفہ اور نظریہ کی سطح پر انہوں نے زمین کی ملکیت کی کلی نفی کی کہ ع

پادشاہوں کی نہیں ' اللہ کی ہے یہ زمیں!

اور ؎

وہ خدایا یہ زمیں تیری نہیں ' تیری نہیں
تیرے آباء کی نہیں ' تیری نہیں ' میری نہیں !

اور ؎

رزقِ خود را از زمیں بردن رواست
ایں متاعِ بندہ و ملک خداست !

اور دوسری جانب عملی سطح پر امام اعظمؒ اور امام دارالہجرتؒ کی آراء سے ہم آہنگی اختیار کرتے ہوئے حضرت علامہ نے زراعت میں مزارعت یعنی بٹائی کے نظام کو اللہ کی رحمت اور برکت سے محرومی کا سبب قرار دیا۔ بقوائے ؎

خدا آں ملتے را سروری داد
کہ تقدیرش بدستِ خویش بنوشت !
بہ آں قومے سروکارے نہ دارد
کہ دہقانش برائے دیگراں کشت!

چنانچہ حقیقت یہ کہ اس معاملے میں تو ان کی شان بالکل ''منفرد'' ہے !

بہرحال' اسلام کے اس انقلابی فکر کی تجدید کا منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ علامہ اقبال نے ''انقلاب'' کا نعرہ بلند کیا۔ اور اس کے لئے خاص طور پر سرمایہ داری' زمینداری اور جاگیرداری ہی کے خلاف اعلان جہاد کیا۔۔یعنی ۔

خواجہ از خونِ رگِ مزدور سازد لعل ناب
از جفائے دہ خدایاں کشتِ دہقاناں خراب
انقلاب ! انقلاب !! اے انقلاب !!!

لیکن بات یہیں ختم نہیں ہوتی۔ حضرت علامہ نے اسلامی انقلاب کا ہدف معین کرنے کے ساتھ ساتھ اس کو برپا کرنے کے منہج اور منہاج کو بھی کمال جامعیت اور غایت اختصار کے ساتھ واضح کر دیا۔ چنانچہ اس موضوع پر ان کا ایک شعر تو الہامی ہی نہیں ''معجزانہ'' ہے! تاہم اس کا ذکر بعد میں ہوگا۔ پہلے یہ بات واضح ہو جائے کہ علامہ کے نزدیک اسلامی انقلاب کی جدوجہد کا پہلا مرحلہ یہ ہے کہ قرآن حکیم کو لوگوں کے ''اندر'' اتارا جائے جس سے ان کے ذہن وفکر' نظریات وخیالات' اہداف ومقاصد اور اقدار وترجیحات میں ''انقلاب'' برپا ہو جائے۔ اور وہ ''اندر سے'' بالکل تبدیل ہو کر رہ جائیں۔ اس لئے کہ عالم انسانیت میں یہ باطنی اور نفسیاتی تبدیلی اور شخصی و انفرادی انقلاب ہی عالمی انقلاب کا پیش خیمہ بن سکتا ہے چنانچہ عظمت قرآن کے بیان میں فرماتے ہیں ۔

چوں بجاں در رفت جاں دیگر شود
جاں چوں دیگر شد جہاں دیگر شود!

واضح رہے کہ اسی کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفرقان کی آیت نمبر ۵۲ میں ''جہاد بالقرآن'' یعنی قرآن کے ذریعے جہاد سے تعبیر فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے: فلا تطع الکفرین وجٰھد ھم بہ جھادا کبیرا •

,,تو (اے نبیؐ) آپ ان کافروں کا کہنا نہ مانیں اور ان کے ساتھ جہاد جاری رکھیں اس (قرآن)

کے ذریعے' پوری شدت اور قوت والا جہاد!''

اس لئے کہ یہ تو سب جانتے ہیں کہ اسلامی انقلاب کی جدوجہد کے مرحلہ اول یعنی دعوت وتبلیغ کا کل مبنیٰ و مدار' اور مرکز ومحور صرف اور صرف قرآن حکیم ہے' چنانچہ اسی کے ذریعے وعظ ونصیحت' انذار وتبشیر' اور تذکیر وتلقین' گویا فی الجملہ اسی کی تبلیغ وتعلیم اسلامی انقلابی جدوجہد کا پہلا مرحلہ ہے لیکن یہ حقیقت کہ تزکیہ وتربیت کا آلہ اور ذریعہ بھی قرآن حکیم ہی ہے اور شیطان لعین اور اس کی صلبی اور معنوی اولاد کے مقابلے کے لئے بھی واحد تلوار اور ہتھیار اللہ کی کتاب ہی ہے جس شدت کے ساتھ اقبال پر منکشف ہوئی اور جس قدر وضاحت کے ساتھ انہوں نے اسے بیان کیا اس کی بھی کوئی دوسری مثال کم از کم راقم کے علم میں موجود نہیں ہے! (اس موضوع پر بھی چونکہ ان کالموں میں مفصل گفتگو ہو چکی ہے لہٰذا تفصیل کی ضرورت نہیں)۔ ان کے ساتھ دو مراحل کا مزید اضافہ کر لیا جائے یعنی ایک تنظیم جس پر گفتگو ہو چکی ہے' اور دوسرے صبر محض یا عدم تشدد یا صحیح الفاظ میں ''عدم انتقام'' جس پر گفتگو ابھی باقی ہے' تو علامہ اقبال کے متذکرہ صدر ''معجزانہ'' شعر کا مصرعہ اول مکمل ہو جاتا ہے یعنی: ع

''با نشہ درویشی در ساز و دما دم زن!''

اس لئے کہ ان چار مراحل کے دوران اسلامی انقلاب کے لئے کوشاں کارکنوں اور مجاہدوں کا نقشہ واقعی طور پر اور لامحالہ بدھ مت کے بھکشوؤں' اور حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں ہی سے مشابہ ہوتا ہے۔ یعنی گالیاں سنو! اور دعائیں دو' پتھر کھاؤ اور پھول پیش کرو' اور سائلوں کی طرح دعوت دو' اور بھکاریوں کی طرح در در کی ٹھوکریں کھاؤ' اور اف تک نہ کرو بلکہ صبر کرو اور اپنی جدوجہد کو ''دما دم زن'' کے انداز میں جاری رکھو! چنانچہ مکی دور کے بارہ سالوں کے دوران مسلسل یہی ہدایات اللہ تعالیٰ کی جانب سے محمد رسول ﷺ کو' اور آنحضور ﷺ کی جانب سے صحابہ کرامؓ کو ملتی رہی کہ!

ولربك فاصبر (المدثر: ۷) ''اور اپنے رب (کی خوشنودی) کے لئے صبر کرو'

اور

ولقد نعلم انك يضيق صدرك بما يقولون (الحجر:۹۷)

''ہمیں خوب معلوم ہے کہ جو کچھ یہ لوگ کہہ رہے ہیں اس سے
آپ کا سینہ بھنچتا ہے''

لیکن اس کے باوجود

واصبر علیٰ ما یقولون واھجر ھم ھجراً جمیلا (المزمل:۱۰)

'' صبر کرو اس پر جو یہ کہہ رہے ہیں۔ اور ان سے کنارہ کشی بھی کرو تو
خوبصورتی کے ساتھ''

اور

فاصبر لحکم ربك ولا تکن کصاحب الحوت (القلم:۴۸)

''صبر کے ساتھ انتظار کرو اپنے رب کے حکم کا اور مت ہو جاؤ اس
مچھلی والے (حضرت یونسؑ) کی مانند (جنہوں نے عجلت سے کام
لیا تھا)''

اس کا یہ مطلب ہرگز نہ تھا کہ شریعت کے مستقل اور ابدی قانون سے حکم قصاص ساقط ہو گیا تھا' یا صحابہ کرامؓ کی طبع بشری بدل گئی تھی اور اس میں جوش انتقام پیدا ہی نہیں ہوتا تھا' بلکہ یہ صرف انقلابی جدوجہد کے ابتدائی مراحل کا وقتی تقاضا تھا' چنانچہ خود سورۃ الشوریٰ میں جو مکی دور کے بھی وسط میں نازل ہوئی تھی' اہل ایمان کا یہ وصف مقام مدح میں مذکور ہے کہ

والذین اذااصابھم البغی ھم ینتصرون ۰ وجزاءُ سیئة سیئة
مثلھا (آیات ۳۹'۴۰)

''اور وہ کہ جن پر زیادتی کی جائے تو بدلہ لیتے ہیں اور برائی کا بدلہ تو
یقیناً ویسی ہی برائی ہے''

تاہم یہ کفوا ایدیکم ''اپنے ہاتھ روکے رکھو'' (سورۃ النساء:۷۷) کا وقتی حکم کچھ ایسی کیفیت کے ساتھ تھا کہ ؎

نالہ ہے بلبل شوریدہ ترا خام ابھی
اپنے سینے میں اسے اور ذرا تھام ابھی

اس لئے کہ جیسے ہی یثرب کی جانب ہجرت ہوئی اور فضل خداوندی سے آنحضورﷺ کی انقلابی جدوجہد کو ''اقدام اور چیلنج'' کے لئے مرکز اور قاعدہ (مورچہ) میسر آ گیا اہل ایمان کے ہاتھ کھول دیئے گئے اور اذن قتال نازل ہو گیا۔ یعنی:

اذن للذین یقتلون با نھم ظلموا (الحج:٣٩)

''اجازت دے دی گئی انہیں جو جنگ کر رہے ہیں (یا اختلاف قرات کی بنا پر جن پر جنگ مسلط کر دی گئی ہے) اس لئے کہ ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے''

اور پھر جب اس کے نتیجے میں کچھ ہی دنوں بعد مسلح تصادم اور قتال فی سبیل اللہ کا آخری مرحلہ شروع ہو گیا تو اولاً سورۃ البقرہ کی آیت ١٩٣ میں اور پھر مزید وضاحت اور صراحت کے ساتھ سورۃ الانفال کی آیت ٣٩ میں حکم دے دیا گیا کہ ''ان (کافروں) سے جنگ جاری رکھو یہاں تک کہ فتنہ بالکل فرو ہو جائے اور دین کل کا کل اللہ ہی کیلئے ہو جائے''۔۔۔یعنی اللہ کی زمین سے باطل کی حکمرانی کا قلع قمع ہو جائے اور اس کے باغیوں اور سرکشوں کی حکومت کے تختے الٹ دیئے جائیں اور ''حق بحقدار رسید'' کے مصداق اللہ کی زمین پر اللہ ہی کی حکومت (یا انجیل کی اصطلاح میں ''آسمانی بادشاہت'') قائم ہو جائے۔

چنانچہ اقدام اور چیلنج اور مسلح یا غیر مسلح تصادم کے ان مراحل کو اقبال نے کمال جامعیت واختصار، اور معجزانہ فصاحت و بلاغت کے ساتھ سمو دیا اپنے متذکرہ بالا شعر کے دوسرے مصرعہ میں یعنی: ع

''چو ں پختہ شوی خود را بر سلطنت جم زن!''

اور اسی کے لئے وہ مسلسل پکارتے، ابھارتے، اور للکارتے رہے امت مسلمہ بالخصوص اس کی ''مذہبی قیادت'' کو جو مدرسہ اور خانقاہ اور علماء اور صوفیاء میں منقسم تھی اور جس کے بارے میں

ان کے مشاہدات اور تاثرات کا اظہار ان کے ان الفاظ کے ذریعے بخوبی ہوجاتا ہے کہ ع

اٹھا میں مدرسہ و خانقاہ سے غمناک!

یہی وجہ ہے کہ اگرچہ انہوں نے ایک جانب اس وجودی تصوف کی شدت کے ساتھ مخالفت کی جس کے زیر اثر خام طبائع میں عمل، اقدام اور جہاد کی بجائے تعطل، گریز اور جمہود کی کیفیات پیدا ہوتی ہیں، اور نہ صرف یہ کہ اہل تصوف کو زور دار دعوت دی کہ ؎

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری
کہ رسم خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری

بلکہ یہ بھی بتایا کہ یہ تو مسلمانوں کے بارے میں ابلیس لعین کی اپنے کارندوں کو اہم ہدایت ہے کہ ؎

مست رکھو ذکر و فکر صبح گاہی میں اسے
پختہ تر کر دو مزاج خانقاہی میں اسے

اور دوسری طرف علماء دین کو بھی جھنجوڑنے کی بھرپور کوشش کی، چنانچہ ان کے جو شاہکار اشعار ان کے مرقد کی زینت بنے ہوئے ہیں ان میں یہ قطعہ بھی شامل ہے کہ ؎

بیا تا کارِ ایں امت بسازیم
قمارِ زندگی مردانہ بازیم

اور ؎

چناں نالیم اندر مسجدِ شہر
دلے در سینہ ملا گدازیم!

تاہم ان کا اصل خطاب مسلمانان ہند کی جدید تعلیم یافتہ نوجوان نسل سے تھا جس کے دلوں کو انہوں نے کبھی تو عظمت رفتہ اور سطوت گذشتہ کی یاد سے گرمانے کی کوشش بھی کی کہ ؎

کبھی اے نوجواں مسلم تدبر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارہ!

اور کبھی ان کے جوش عمل کو مستقبل کے بارے میں امید افزا پیشینگوئیوں اور مغرب کے

زوال اور اسلام کے عروج کی ع ''قلندر ہر چہ دیدہ گوید!'' کے سے انداز کی خبروں کے ذریعے ابھارا۔ جیسے ؎

کتابِ ملتِ بیضا کی پھر شیرازہ بندی ہے
یہ شاخِ ہاشمی کرنے کو ہے پھر برگ و بر پیدا

اور ؎

سبق پھر پڑھ صداقت کا' شجاعت کا' عدالت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا!

چنانچہ واقعہ یہ ہے کہ علامہ اقبال کی اس ملی شاعری نے مسلمانانِ ہند کے نوجوان طبقے کے دلوں سے اس یاس اور ناامیدی کے اندھیاروں کو کافور کر دیا جس کا نمایاں ترین مظہر قومی شاعر ہونے کے اعتبار سے علامہ کے پیشرو مولانا حالی کی شہرہ آفاق مسدس کی ابتداء اور اختتام کے یہ دلدوز اشعار ہیں ؎

پستی کا کوئی حد سے گذرنا دیکھے
اسلام کا گر کر نہ ابھرنا دیکھے!
مانے نہ کبھی کہ مد ہے ہر جزر کے بعد
دریا کا ہمارے جو اترنا دیکھے!

اور ؎

اے خاصۂ خاصانِ رسلؐ وقتِ دعا ہے
امت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے!
وہ دیں جو بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے!

بایں ہمہ یہ واقعہ اپنی جگہ ناقابلِ انکار ہے کہ علامہ اقبال نے اسلام کے انقلابی فکر کی تجدید کے اس عظیم الشان کارنامے' اور انقلاب کے منہج اور منہاج کی واضح نشاندہی کی عظیم خدمت'

اور مسلمانان ہند کے جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں کے طبقے میں ایک جذبہ عمل پیدا کرنے کی بھرپور سعی کے باوجود خود نہ کسی احیائی تحریک کا آغاز کیا' نہ ہی کسی جماعت کی تاسیس کی۔ اور اسی بنا پر ہم نے اس سے قبل انہیں شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے مشابہ قرار دیا تھا' جو اگرچہ خود تو آخر وقت تک صرف ایک گوشہ نشین درویش اور معلم ومصنف ہی رہے لیکن انہوں نے ایک جانب مسلمانان ہند کی ڈوبتی کشتی کو بچانے کے لئے افغانستان سے احمد شاہ ابدالی کو بلایا' اور دوسری جانب صحیح علم و عمل کی وہ فضا پیدا کر دی جس کے نتیجے میں دوسری ہی نسل میں سید احمد بریلویؒ کی قیادت و امارت اور شاہ ولی اللہؒ کے پوتے شاہ اسماعیلؒ کی معاونت ومبایعت سے تحریک مجاہدین ایسی عظیم تحریک برپا ہوگئی۔ عجیب حسن اتفاق ہے کہ بالکل اسی طرح علامہ مرحوم نے بھی مسلمانان ہند کی قومی جدوجہد کی کشتی کی ناخدائی کے لئے بلایا قائداعظم محمد علی جناح کو انگلستان سے' اور خود اپنی بھی عملی سرگرمی کو اسی قومی دائرے میں محدود رکھا۔۔۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ان ہی کی ''تجدید فکر اسلامی'' تھی جس کے نتیجے میں اولاً مولانا ابوالکلام آزاد نے ''حکومت الٰہیہ'' کا نعرہ لگایا اور 'حزب اللہ' قائم کی اور بعد ازاں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی میدان میں اترے' جنہیں حضرت علامہ ہی نے پنجاب نقل مکانی کی دعوت دی جہاں کی فضا علامہ کی ملی شاعری کے ذریعے بہت ہموار اور سازگار ہو چکی تھی۔

عید الاضحیٰ اور حج کا پیغام

انجینئر مختار حسین فاروقی

انجینئر جناب مختار فاروقی صاحب نے گزشتہ سال عید الاضحیٰ کے موقع پر
ایک خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا تھا جس میں عید قربان اور حج کی تفصیل بیان
کرتے ہوئے حضرت ابراھیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کا تفصیلی
تذکرہ بھی ہوا۔ اس خطبے کو ریکارڈ کر لیا گیا تھا۔ اب کیسٹ سے تحریری
شکل میں لایا گیا ہے۔ اور معمولی سا اضافہ اور تکرار کو ختم کر کے شائع
کیا جا رہا ہے (مفتی عطاالرحمٰن)

الحمد لله و کفیٰ والصلوٰة علیٰ عباده الذین اصطفیٰ:

اما بعد!

فاعوذ بالله من الشیطٰن الرجیم

بسم الله الرحمٰن الرحیم

ترجمہ

اور جب ابراھیمؑ اور اسمٰعیلؑ بیت اللہ کی بنیادیں اونچی کر رہے تھے تو دعا کئے
جاتے تھے کہ اے ہمارے پروردگار ہم سے یہ خدمت قبول فرما۔ بے شک
تو سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اے پروردگار! ہم کو اپنا فرماں بردار بنائے

رکھیو۔اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک گروہ کو اپنا مطیع بنائے رکھیو، اور پروردگار ہمیں طریق عبادت بتا اور ہمارے حال پر رحم کے ساتھ توجہ فرما۔ بیشک تو توجہ فرمانے والا مہربان ہے۔ اے پروردگار! ان لوگوں میں انہی میں سے ایک پیغمبر مبعوث کی جیو جوان کو تیری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنایا کرے اور کتاب اور دانائی سکھایا کرے اوران کے دلوں کو پاک صاف کیا کرے۔ بے شک تو غالب اور صاحب حکمت ہے۔

جس طرح منجملہ اور نعمتوں کے ہم نے تم میں تمہی میں سے ایک رسول بھیجے ہیں جو تم کو ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور تمہیں پاک بناتے اور کتاب (قرآن) اور دانائی سکھاتے ہیں اور ایسی باتیں بتاتے ہیں جو تم پہلے نہیں جانتے تھے۔

اور تم سے نہ تو یہودی کبھی خوش ہونگے اور نہ عیسائی یہاں تک کہ تم ان کے مذہب کی پیروی اختیار کرلو۔

حضرات اس وقت میں نے آپ کے سامنے پہلے پارہ سے تین اور دوسرے پارے سے ایک آیت تلاوت کی ہے جو حضرات قرآن مجید کا ترجمہ سمجھتے ہیں انہیں کچھ اندازہ ہوا ہوگا کہ پہلی آیتیں حضرت ابراھیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے متعلق ہیں۔اور جو آخری آیت ہے۔وہ یہود ونصاریٰ سے متعلق ہے۔

ذوالحجہ کا مہینہ ہمیں کیا یاد دلاتا ہے؟

ابھی ذوالحجہ کا مہینہ گزر رہا ہے۔اور ہم نے عید قربان اور عیدالاضحیٰ منائی ہے اور قربانی کی ہے یہ مہینہ ہمیں یاد دلاتا ہے۔کہ ابراھیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے دو جلیل القدر پیغمبر تھے ہماری ان کے ساتھ کیا نسبت ہے؟۔اگر چہ ہم قربانی کر کے اور عیدالاضحیٰ کی ادائیگی کے بعد ایک فراغت سی محسوس کرتے ہیں۔بس عید تو ہوگئی اور قربانی ہم نے کر دی ہے۔لیکن حقیقت میں یہ عید جو آتی ہے۔یہ ایک مشن کو تازہ کرنے کیلئے کے لئے آتی ہے اور ہمیں ایک سبق یاد دلاتی

ہے اور دو عظیم پیغمبر حضرت ابراھیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام ہیں جن کی یاد کو تازہ کرتی ہے حضرت ابراھیم علیہ السلام جلیل القدر پیغمبر تھے۔ لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت سارے امتحانوں میں ڈالا نوجوانی میں ہی انہوں نے بتوں کو توڑ دیا تھا۔ نمرود بادشاہ کے دور میں جوانی میں ہی مشہور تھے۔ کہ یہ آدمی خدا پرست ہے اور بتوں کے خلاف ہے۔ لہٰذا سزا کے طور پر ان کو آگ میں ڈال دیا گیا۔ وہ تو اللہ تعالیٰ نے بچالیا۔ انہوں نے تو اپنے طور پر جان پیش کردی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور حضرت ابراھیم علیہ السلام کو بچالیا آگ نے جلایا نہیں پھر ایک امتحان کے بعد دیگر کئی امتحانات آئے۔ حتیٰ کہ بڑھاپے میں اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک ہونہار بیٹا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو مزید آزمایا اور وہ آزمائش اس لئے تھی کہ رہتی دنیا میں ایک مثال بنے کہ توحید کو ماننا! اللہ تعالیٰ کو ماننا کیا ہے؟ اور اس کا مطلب کیا ہے؟۔ توحید صرف ایک کلمہ نہیں ہے جملہ نہیں ہے جو زبان سے ادا کر دیا جائے بلکہ یہ تو عملی زندگی میں ایک BEHAVIOUR کا نام ہے۔ اور ایک طرزِ عمل کا نام ہے کائنات کے بارے میں ایک نقطہ نظر کا نام ہے۔ ابراھیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بڑھاپے میں بیٹا دیا تھا۔ اس بیٹے کا نام انہوں نے اسماعیل رکھا۔ حکم ہوا کہ یہ دودھ پیتا بیٹا اور اس کی والدہ (اپنی اہلیہ) کو مکہ میں جو اس وقت بے آباد جگہ تھی چاہ زمزم بھی نہیں تھا۔ پانی نہیں تھا بے آباد جگہ تھی وہاں چھوڑ آؤ اور ابراھیم علیہ السلام نے اس پر عمل کر کے دکھایا وہ تو بعد میں چاہ زمزم جاری ہوا ہے۔ اور پھر آبادی ہوگئی۔ مزید برآں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراھیم علیہ السلام کو وہاں رہنے کی اجازت نہیں دی تھی اگر اللہ تعالیٰ حضرت ابراھیم علیہ السلام کو یہ کہتے کہ MIGRATE ہو جاؤ شفٹ ہو جاؤ پھر تو خود بھی وہیں رہتے اور اہلیہ بھی رہتی کچھ نہ کچھ آسانیاں پیدا ہو جاتیں لیکن حکم یہ تھا کہ ان کو چھوڑ کر آ جاؤ۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام کبھی کبھار آتے تھے۔ معلوم ہوا اب چاہ زمزم جاری ہو گیا ہے۔ پھر کبھی آئے ہونگے تو معلوم ہوا کہ آبادی ہوگئی ہے جب اسمٰعیل بیٹا بارہ تیرہ سال کا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ایک اور آزمائش میں ڈالا۔ یہ بھی اسی توحید ہی کی آزمائش تھی کہ توحید سے انسان کا ایک خاص BEHAVIOUR اور رویّہ پروان چڑھنا چاہئیے انسان دعویٰ تو کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ

ایک ہے۔اور وہ سب سے بڑا ہے وہی کارساز ہے لیکن عملی زندگی میں اس کے خلاف بھی سرگرم عمل رہتا ہے۔امتحان یہ پیش آیا کہ کیا اس کو اولاد سے زیادہ محبت ہے یا اللہ تعالیٰ سے زیادہ محبت ہے؟۔

یہ دنیا امتحان گاہ ہے

آزمائشیں ہم پر بھی آتی رہتی ہیں صبح وشام، ہر ہفتے، ہر مہینے آتی ہیں ابراھیم علیہ السلام پر بھی آزمائشیں آئیں مگر وہ ہر آزمائش میں کامیاب ہوئے۔اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے۔

واذبتلیٰ ابراھیم ربہٗ بکلمٰت فاتمّھن ط

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراھیم علیہ السلام کو بہت سے امتحانات میں ڈالا اور ابراھیم علیہ السلام نے وہ سارے امتحان کامیابی سے پاس کر لئے آزمائشیں ہم پر بھی آتی ہیں لیکن ہم اکثر و پیشتر ان آزمائشوں میں فیل ہو جاتے ہیں۔اور چونکہ ان امتحانوں کا معاملہ ایمان کے اعتبار سے ہے اور نتیجہ آخرت میں نکلنا ہے۔لہٰذا ہمیں یہاں احساس تک نہیں ہوتا کہ کیا ہوا ہے؟ کسی آدمی کو کسی کام کیلئے ناجائز رقم پیش کردی جائے تو ہم میں سے ایسے لوگ ہیں جو بخوشی اس کو قبول کر لیتے ہیں۔حالانکہ آخرت کے اعتبار سے یہ امتحان میں فیل ہونے کی علامت ہے۔آزمائش تھی اسے انکار کرنا چاہیئے تھا۔یہ میرے لئے حلال نہیں لیکن اس نے ایسی رقم وصول کر کے آخرت کے امتحان میں ناکامی حاصل کر لی دنیاوی اعتبار سے گھر اچھا ہو جائے گا سہولتیں جمع ہو جائیں گی اور کچھ چیزیں اس کو مل جائیں گی بظاہر ہم دیکھیں گے کہ یہ صاحب تو بہت اونچے جارہے ہیں۔ترقی کر رہے ہیں وسائل جمع ہو رہے ہیں لیکن آخرت کے اعتبار سے فیل ہو گئے۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام کا سب سے بڑا امتحان

حضرت ابراھیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے اور انہوں نے سارے امتحان پاس کر لئے سب سے بڑا اور آخری امتحان یہ آیا کہ ابراھیم علیہ السلام کو خواب آیا کہ میں اپنے بیٹے اسمٰعیل (علیہ السلام) کو ذبح کر رہا ہوں تین دن یہ مسلسل خواب آیا آپ کے علم میں ہوگا کہ نبیؑ کا خواب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے سچا ہوتا ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے INSTRUCTIONS

ہوتی ہیں جن پر عمل درآمد ضروری ہوتا ہے حضرت ابراھیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو CONFIDENCE میں لیا ہے۔ سوسال کے قریب اس وقت حضرت ابراھیم علیہ السلام کی عمر تھی اور بیٹا ان کا بارہ تیرہ سال کا تھا اگر وہ زبردستی کرتے اور بارہ تیرہ سال کا بیٹا بھاگ جائے تو سوسال کا آدمی اس کو پکڑ نہیں سکتا لہٰذا ابراھیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو اعتماد میں لیا اور فرمایا!۔

یٰبُنَیَّ انی اذبحك فانظر ماذاترٰی (الصٰفٰت)

اے میرے بیٹے میں خواب دیکھ رہا ہوں کہ میں تجھے ذبح کرتا ہوں۔

تو بتا تیری کیا رائے ہے؟

اب یہاں وہ بات آتی ہے جو ہم میں سے اکثر لوگ شاکی ہیں۔ جناب اولاد بگڑ گئی ہر گھر کی یہی پریشانی ہے وجہ اس کی کیا ہے؟ وجہ اس کی یہی ہے کہ بڑے صحیح ماحول فراہم نہیں کرتے مثالی ماحول فراہم نہیں کرتے IDEAL ماحول فراہم نہیں کرتے نتیجۃً اولاد بگڑ جاتی ہے۔ آدمی خود سگریٹ پیئے اور بیٹے کو کہے کہ اگر میں نے تجھے کبھی سگریٹ پیتے دیکھ لیا تو براحشر کردونگا! باپ خود بیٹے سے کہے کہ جاؤ باہر دروازے پر کھڑے آدمی سے کہہ دو کہ ابو گھر پر نہیں ہیں۔ اب اس بیٹے سے آپ ساری زندگی سچ بولنے کی توقع نہیں کرسکتے۔

دیکھیئے یہ ابراھیم علیہ السلام کے گھر کا ماحول تھا اور اسمٰعیل (علیہ السلام) جیسا بیٹا تھا۔ فرق صاف ظاہر ہے ایسے والد کی ایسی ہی تربیت تھی۔ وہ جو علامہ اقبال نے کہا۔

ے یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسمٰعیلؑ کو آداب فرزندی

حضرت ابراھیم علیہ السلام کے گھر کا ماحول تھا کہ اسمٰعیل (علیہ السلام) بیٹے نے کہا

یا ابت افعل ما توٴمر

ابا جان! جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے وہ کر گزریئے بیٹا سمجھتا ہے کہ میرے والد کو جو خواب آیا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا اسی میں ہے کہ ایسے ہو جائے وہ جانتا ہے کہ نبی کا خواب حقیقت ہوتا ہے سچا ہوتا ہے۔ میرے باپ نبی ہیں ان کا خواب اللہ تعالیٰ کا

حکم ہے اور ہمیں اللہ کا حکم ماننا ہے۔ ابا جان! آپ وہ کر گزریں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے۔

ستجدنی ان شاء الله من الصٰبرين

ابا جان! آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے اور ابراھیم علیہ السلام نے اس پر عمل کر دیا۔ اپنی طرف سے تو انہوں نے اپنے بیٹے کی گردن پر چھری چلا دی اللہ تعالیٰ نے بچا لیا یہ اس کی اپنی حکمت ہے۔

اگر کوئی آدمی یہ کہے کہ ابراھیم علیہ السلام کو تو پہلے ہی پتہ تھا کہ بیٹے نے بچ جانا ہے۔ تو اسے آج ہم کہتے ہیں۔ ڈرامہ پھر اس سے بری بات نہیں اللہ تعالیٰ نے یہ سارا ڈرامہ کیا تھا معاذ اللہ ایسا کرنا اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء کی شان سے بعید ہے بلکہ پہلے نہیں پتہ تھا حضرت ابراھیم علیہ السلام کو کہ بیٹے نے بچ جانا ہے۔ انہوں نے تو اپنے طور پر اس امتحان کو یعنی اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو جو خواب میں آیا تھا پورا کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے کسی اور حکمت کے تحت ان کو بچا لیا۔ اس لئے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ آنے والے تھے۔ اگر وہ سلسلہ کٹ جاتا تو دنیا کا نقشہ ہی کوئی اور ہوتا اللہ تعالیٰ نے اسمٰعیل علیہ السلام کو بچا لیا یہ سب سے آخری اور بہت بڑا امتحان تھا۔

امتحان میں کامیابی کے بعد

اس امتحان میں ابراھیم علیہ السلام کامیاب ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ! انی جاعلك للناس اماما سب امتحانوں میں آپ (ابراھیم علیہ السلام) پاس ہو گئے ہم آپ کو بہت سے انعام دینے والے ہیں ساری زندگی امتحانوں میں گزری ہے ابراھیم علیہ السلام کی اور آخر میں جو اس امتحان سے بھی کامیاب گزرے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات آئے ہیں امتحان ختم اب ایوارڈز مل رہے ہیں انعامات مل رہے ہیں۔

پہلا انعام

اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلا انعام ملا کہ میں تمہیں رہتی دنیا تک لوگوں کا امام بنادوں گا اوراس کے عملی نتیجہ کا تذکرہ سورۃ الحدید میں حضرت نوح علیہ السلام کے ذکر کے ساتھ وارد ہوا ہے۔

وجعلنا فی ذریتهما النبوة والكتاب (الحديد)

کہ اب جتنے نبی آئیں گے جتنے رسول آئیں گے وہ تمہاری اولاد میں ہونگے یہ بہت بڑاانعام تھا۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے ایک اسمٰعیل علیہ السلام اوردوسرے اسحٰق علیہ السلام۔اسحٰق علیہ السلام بیٹے کوانھوں نےفلسطین میں آباد کیا تھا۔یہاں ان کی اولاد پھلی پھولی اور اس میں بے شمار نبی آئے اسحٰق علیہ السلام سے لیکرحضرت عیسی علیہ السلام تک کم وبیش ہزاروں کی تعداد میں نبی ہیں۔

اور دوسرے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام تھے جن کوحضرت ابراھیم علیہ السلام نے مکے میں آباد کیا۔ان کی اولاد میں ایک ہی پیغمبرحضرت محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوگیا۔یہ اسی طرح کا وعدہ ہے۔جسطرح کوئی بہت بڑا آدمی ہوآج کل اس کوکہا جائے کہ تمہاری اولاد میں سے جتنے لوگ ہونگے۔ان سب کوفوج میں کمیشن دلوادیں گے یا PCS بنا دیں گے یہ بہت بڑاانعام ہے۔اللہ تعالیٰ نے ابراھیم علیہ السلام کوانعام دیا کہ آئندہ جتنے نبی دنیا میں آنے والے ہیں۔وہ سب تمہاری اولاد میں سے ہونگے۔

دوسرا انعام تعمیر کعبہ

دوسرا انعام ان آیات میں ہے جومیں نے آپ کے سامنے پڑھی تھیں۔ و اذ یرفع ابراھیم القواعدمن البیت و اسمٰعیل اللہ تعالیٰ نےحکم دیاابراھیم علیہ السلام کواوراسمٰعیل (علیہ السلام) کوکہ یہ میرا گھر ہےاس کوتعمیر کرومکہ پہلے چونکہ شہرنہیں تھااس وقت تک وہاں کعبے کی صرف بنیادیں تھیں۔پہلے کمرہ نہیں تھا۔قرآن یہی ذکر کرر ہا ہے۔جیسے سڑک کے کنارے کوئی مسجد ہوتی ہے ایسے ہی اینٹیں رکھی ہوتی ہیں نشان ہوتا ہے کہ یہاں نماز پڑھی جاسکتی ہے کعبہ کی بھی اسی طرح

کچھ بنیادیں تھیں ابراھیم علیہ السلام کو اور اسمٰعیل (علیہ السلام) کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کو ایک کمرہ بناؤ اس کو گھر بنادو گھر اسی کو کہتے ہیں جو کمرہ ہو چاردیواری ہو چھت ہو اب ابراھیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام سے مل کر وہ گھر تعمیر کیا۔ دیکھئے ہم بھی مسجد بناتے ہیں اس میں مستری لگادیتے ہیں لوگ پیسے لے کے کام کرتے ہیں اگر کوئی آدمی ایسا ہو جو کہے کہ یہ مسجد کا کام ہورہا ہے میں اس تعمیر میں شامل ہونگا۔ میں مستری ہوں کام کروں گا پیسے نہیں لونگا تو ہم پر کتنا بڑا احسان ہو جائے گا۔ کہ یہ صاحب اللہ تعالیٰ کا گھر تعمیر کررہے ہیں۔ پیسے نہیں لے رہے۔اسی طرح ابراھیم علیہ السلام اور اسمٰعیل (علیہ السلام) نے اللہ تعالیٰ کا گھر تعمیر کیا بیت اللہ ان عام مسجدوں سے لاکھوں گنا زیادہ اہمیت والا گھر ہے اس میں نہ اسمٰعیل (علیہ السلام) نے مزدوری لی اور نہ ابراھیم علیہ السلام نے دونوں نے اعزازی طور پر کام کیا اور دونوں پیغمبر ہیں ذات کے اعتبار سے کردار کے اعتبار سے اعلیٰ مرتبے پر ہیں، ایک تو یہ ہے کہ آدمی مسجد بنائے جیسا کہ اکثر و بیشتر لوگ بے وضو مسجدوں کی تعمیر میں لگے ہوتے ہیں نماز بھی نہیں ادا کرتے اور ایک یہ ہے کہ آدمی با وضو ہو کر اور اجرت کے بغیر کام کرے اور ایک کردار ابراھیم علیہ السلام اسمٰعیل (علیہ السلام) کی طرح کا ہے، بہت اعلیٰ ذاتی کردار اور بے داغ شخصیت کتنی اچھائیاں جمع ہو گئیں۔

اس وقت ابراھیم علیہ السلام اور اسمٰعیل (علیہ السلام) نے کچھ دعائیں کیں۔ جب اللہ تعالیٰ کا گھر تعمیر کررہے تھے دو پیغمبر ہیں جلیل القدر اللہ کا گھر تعمیر کررہے ہیں۔ خالصۃً اللہ تعالیٰ کے لئے بنارہے ہیں۔ بغیر کسی دنیاوی غرض کے بنارہے ہیں۔ کتنا قبولیت کا وقت ہوگا۔ عام طور پر آپ نے سنا ہوگا۔ جمعہ کے دن ایک ساعت ایسی آتی ہے۔ جس میں انسان کی دعا قبول ہوتی ہے۔ اگرچہ اس میں اس ساعت کو متعین کرنے کے بارے میں بہت سی آرا ہیں کہ وہ ساعت کونسی ہوتی ہے۔ مشہور رائے یہ ہے۔ کہ جب امام عربی خطبہ دیتا ہے اور درمیان میں وقفہ کرتا ہے۔ اس وقت یہ ساعت ہوتی ہے۔ اگرچہ اس کے علاوہ بھی ہو سکتی ہے اس وقت دعا قبول ہوتی ہے۔ لیکن جب کسی کو پتہ چل جائے کہ یہ ساعت ایسی ہے۔ کہ جس میں جو دعا مانگو گے قبول ہو جائے گی۔ تو آدمی کی شخصیت کا امتحان ہو جاتا ہے۔ کہ یہ آدمی اس وقت کونسی دعا مانگتا ہے لوگ حج کو جاتے ہیں

ملتزم کے سامنے چمٹ کر دعا مانگی جاتی ہے۔(وہ دروازے والی سائیڈ ہے) دعا قبول ہوتی ہے اب امتحان یہ ہوگا کون آدمی وہاں ملتزم کے سامنے کیا دعا مانگتا ہے۔کوئی کاروبار کی ترقی کی کوئی اورقسم کی دعا مانگ رہا ہے۔کوئی اور دعا مانگ رہا ہے۔معلوم ہوا کہ اس کے نزدیک اہمیت ہی اسی چیز کی ہے۔ابراھیم علیہ السلام اوراسمٰعیل (علیہ السلام) نے جب وہ کعبہ تعمیر کررہے تھے۔اور بغیر کسی مزدوری کے کعبہ تعمیر کررہے تھے۔قبولیت کا وقت تھا اللہ تعالیٰ کی نگاہیں ان پر تھیں۔نظر کرم تھی اس وقت انہوں نے کچھ دعائیں کیں صاف ظاہر ہے۔اُن کے نزدیک اہمیت کس چیز کی تھی؟ وہ مانگی ہے ورنہ وہ کاروبار کی ترقی کی دعا کرتے کچھ پیسوں کی، کچھ اپنے گھر کی، کسی جاگیر کی، لیکن یہ وہ آدمی کرتا ہے جس کے نزدیک اِنکی کوئی اہمیت ہو بعض لوگ کعبہ میں جاتے ہیں حج کے موقع پر بھی دنیاوی کاروبار ہی کی ترقی کی دعا کرتے ہیں معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک آخرت کی کوئی اہمیت نہیں ابراھیم علیہ السلام نے اوراسمٰعیل (علیہ السلام) نے کئی دعائیں مانگیں جن کا ذکر قرآن میں آیا ہے۔

پہلی دعا

رَبَّنـاَتـقبل منا انك انت السميع العليم ۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اے اللہ تعالیٰ ہم سے یہ خدمت بن آئی ہے اس کو شرف قبول عطا فرما آدمی سے واقعتاً اگر کوئی نیکی کا کام ہو جائے تو آدمی کے اندر کوئی عُجب پیدا نہیں ہونا چاہیئے کہ اب تو میں بڑا آدمی ہوں اب تو مجھ سے یہ کام ہو رہا ہے۔میں نے پانچ وقت نماز شروع کردی ہے تہجد شروع کردی ہے۔دین کے لئے پیسہ لگا رہا ہوں۔یہ اس کے اعمال میں ایک شیطانی عمل دخل ہوگا۔عاجزی رہنی چاہیئے کہ اے اللہ تعالیٰ تو نے یہ توفیق دی دین کی خدمت کی اس محنت کی اس کوشش کی اے اللہ تعالیٰ! تو یہ توفیق دیئے رکھ قبول بھی فرما اسی کام میں لگائے رکھ حضرت ابراھیم علیہ السلام اوراسمٰعیل (علیہ السلام) نے یہی دعا کی انك انت السميع العليم بے شک اے اللہ تعالیٰ تو سننے والا ہے جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں اور جاننے والا ہے جو کچھ پیش کررہے ہیں ہماری یہ کوشش ہماری یہ محنت واقعتاً تجھے راضی کرنے کیلئے ہے۔

دوسری دعا

اگلی دعا انہوں نے یہ کی ربّنا واجعلنا مسلمین لك ومن ذریتنا امة مسلمة لك حالانکہ دونوں پیغمبر ہیں اور ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ جو نبی ہوتا ہے جو پیغمبر ہوتا ہے وہ پیدائشی پیغمبر ہوتا ہے۔اس میں وہ ٹیلنٹ BY BIRTH موجود ہوتا ہے۔اس کی ذہانت اور فطانت اور ساری معاملہ فہمی اس میں BY BIRTH ہوتی ہے۔وہ دونوں یہ دعا کر رہے ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ تو ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار بنا دے مسلم کے لفظی معنی فرمانبردار کے ہیں المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده کے معنی بھی فرمانبردار کے ہیں اور SURRENDER کرنے کے ہیں۔فارسی میں کہیں گے گردن نہادن اطاعت قبول کر لینا سر تسلیم خم کر دینا یہ تو آج کل کا دور ہے کہ ہم مسلمان بھی ہیں۔مسلمان کہلاتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی باتوں پر بحث بھی کرتے ہیں۔یہ بھی نتیجہ نکالتے ہیں کہ صاحب یہ اللہ تعالیٰ کا حکم اس وقت نہیں مانا جا سکتا آج کے دور میں فلاں کام نہیں ہوسکتا۔ساتھ یہ بھی کہنا کہ ہم مسلمان ہیں۔یہ آپس میں متضاد ہیں ابراھیم علیہ السلام اور اسمٰعیل (علیہ السلام) نے یہ دعا کی کہ اے اللہ تعالیٰ تو ہمیں اپنا فرمانبردار بنا تا کہ ہم تیرے احکام پر چلیں۔

ایک اور خواہش جوان کے دل میں دبی ہوئی تھی کہ اے اللہ ہم دونوں کی اولاد میں،اب صرف ابراھیم علیہ السلام دعا کرتے تو ان کی اولاد میں اسحٰق علیہ السلام بھی شامل ہو جاتے لیکن ابراھیم علیہ السلام اور اسمٰعیل (علیہ السلام) دونوں دعا کر رہے ہیں تو گویا کہ اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد مراد ہے۔انہوں نے کہا! امة مسلمة لك اے اللہ تعالیٰ ایک ایسا گروہ پیدا کر دینا ایسے لوگ بنا دینا ایسی جماعت کھڑی کر دینا ہماری اولاد میں اسمٰعیل (علیہ السلام) کی اولاد میں ایک امت کھڑی کر دینا جو تیری فرمانبردار ہو امت کہتے ہیں۔ہم مقصد لوگ جن کا مشن ایک ہو جن کی مشنری سپرٹ ایک ہو اور اس میں وہ سب یکجا پروئے ہوئے ہوں تو دعا یہ کی جا رہی ہے کہ اے اللہ تعالیٰ ہماری اولاد میں (ہم دونوں کی اولاد میں) ایک امت اٹھا دینا جو ہم مقصد ہو تیرے دین کی خدمت کرنے والے ہوں۔

وارنا مناسکنا ۔اوراے اللہ تعالیٰ اس گھر کو ہم تعمیر کر رہے ہیں ۔اس میں کیا عبادت کرنی ہے ۔اس کے تقاضے کیا ہیں؟ان کو کیسے پورا کرنا ہے سعی کیسے کرنی ہے؟ حج کیسے کرنا ہے؟۔ طواف کیسے کرنا ہے؟ ۔اے اللہ تعالیٰ تو ہمیں سکھا اور اللہ تعالیٰ نے سکھائے اور آج تک وہ سلسلے جاری ہیں کچھ خرابیاں پیدا ہوئی تھیں تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ان کی اصلاح کر دی تھی اور وہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔

وتُب علینا ۔اور اگلی دعا انہوں نے یہ کی کہ اے اللہ تعالیٰ ہم پر نظر کرم فرما توبہ کا لفظ عام بندے کے لئے آتا ہے ۔جس سے خطا ہوتی ہے ۔تو اس کے لئے توبہ ہے ۔کہ اے اللہ تعالیٰ خطا معاف فرما اللہ تعالیٰ کے لئے بھی توبہ کا لفظ آتا ہے ۔اللہ تعالیٰ کیلئے ترجمہ کرتے ہیں ۔کہ توبہ قبول فرما لیکن یہ دعا جو کر رہے ہیں ۔یہ دونوں پیغمبر ہیں لہٰذا ان سے خطا تو نہیں ہو سکتی تو یہی ہوگا کہ اے اللہ تعالیٰ تو ہماری کوشش کو قبول فرما اے اللہ تعالیٰ تو محنت اور کوشش کو سب سے زیادہ قبول کرنے والا ہے ۔نظر کرم کرنے والا ہے ۔اور رحم فرمانے والا ہے ۔

سب سے بڑی دعا

آخری دعا اور سب سے بڑی دعا جسے انگریزی میں کہتے ہیں ۔ LAST BUT NOT THE LEAST وہ دعا کیا ہے؟ پوری ایک آیت میں ہے ۔ ربّنا وابعث فیھم ۔ ۔۔۔اے اللہ تعالیٰ ہماری اولاد میں (ہم جو عرض کر رہے ہیں ۔ایک امت ،ایک بہت بڑی جماعت ،گروہ پیدا کر دے جو تیرا فرمانبردار ہو) اے اللہ تعالیٰ اس قوم کو ایک لیڈر عطا کر دینا اس امت کو اس گروہ کو جو تیرا فرمانبردار ہو ایک ایسا رہنما عطا کر دیں ۔وابعث فیھم رسولا منھم ۔ جو انہی میں سے ہو ایک رسول بھیجنا خاص اپنا پیغامبر بھیجنا آپ کے علم میں ہوگی تورات میں بھی ہے انجیل میں بھی قرآن مجید میں بھی ہے ۔اور ہم سب نے سن رکھی ہے کہ ہر نبی جو اس دنیا میں آیا وہ اپنی امت کو یہ بتا کر گیا کہ میرے بعد ایک بہت بڑا نبی آنے والا ہے ۔درمیان میں جتنے بھی نبی تھے اولاً تو وہ یہ کہہ کے جاتے رہے کہ نبوت کا سلسلہ ختم نہیں ابھی اور نبی آئیں گے ۔حضرت محمد ﷺ پر نبوت ختم ہو گئی حضور ﷺ فرما گئے ۔

لیکن پہلے نبی یہ کہتے رہے کہ یہ سلسلہ جاری ہے۔اور ساتھ یہ بھی بتا کے جاتے رہے کہ ایک بہت بڑا نبی آنے والا ہے جس کے بارے میں یوحنا کی انجیل میں ہے حضرت مسیح علیہ السلام نے ایک موقع پر یہ کہا تھا ''کہ وہ جو آخری نبی آنے والے ہیں میں ان کے پاؤں کے جوتوں کے تسمے بھی کھولنے کے قابل نہیں ہوں وہ اتنا عظیم نبی ہوگا'' یہ الفاظ حضرت مسیح علیہ السلام کے ہیں یا نہیں ہیں لیکن بائبل میں بہرحال موجود ہیں تو اتنا بڑا نبی جو آنے والا ہے ابراھیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کو بھی معلوم ہوگا کہ وہ بڑا نبی آنے والا ہے۔دعا یہ ہے کہ اے اللہ تعالیٰ وہ بڑا نبی ہماری اولاد میں بھیج دینا (اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے) گویا خواہش کر دینا تو کوئی قابل گرفت بات نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ سے ہر چیز مانگنی چاہئے مانگنے میں کیا فرق ہے۔

ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم۔اولاد میں ایک بہت بڑا نبی بھیجنا وہ کام کیا کرے گا۔ یتلو علیھم اٰیٰتك ۔گویا کہ اس نبی کو کتاب بھی دینا اس پر اپنی وحی بھیجنا آیات نازل فرمانا وہ لوگوں کو تیری آئتیں پڑھ کر سنائے، تیرے احکام پڑھ کر سنائے، تیری اتاری ہوئی وحی پڑھ کر سنائے۔ و یُعَلّمھم الکتٰب والحکمۃ اور وہ لوگوں کو کتاب کی تعلیم دے(کتاب سے مراد شریعت ہے) کتاب کے معنی ہے لکھنا جو چیز لکھ لی جائے وہ پختہ ہوجاتی ہے تحریر میں جو چیز آجائے وہ طے ہوجاتی ہے اسی لئے قرآن مجید میں فرائض کے لئے کتاب کا لفظ آیا ہے۔ کُتِبَ علیکم الصیامُ ۔تم پر روزے لکھ دیئے گئے فرض ہوگئے کتب علیکم القصاصُ۔کتب علیکم القتالُ تو یہ چیزیں فرائض ہیں۔فرمایا وہ نبی ﷺ لوگوں کو کتاب کی تعلیم دے،حلال وحرام کی تعلیم دے،اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعلیم دے والحکمۃ۔اور لوگوں کو حکمت کی تعلیم دے رہے ہیں۔ایک احکام ہوتے ہیں ایک اس کے پیچھے حکمت ہوتی ہے ایک ہے کسی کام کو کرنا خانہ پُری کیلئے اور ایک درجہ ہے اس کے الفاظ اور اس کی روح کے مطابق کام کرنا یہ درجہ حکمت ہے۔

ویُزَکّیھم اور آخری کام جو بڑا نبی علیہ السلام آئے وہ یہ کرے کہ لوگوں کا تزکیہ کرے ایک ہوتا ہے وعظ کہنا اور ایک ہوتا ہے عمل در آمد کروانا وعظ کہنا یہ ہے جیسے آج کل واعظ ہوتے ہیں

کسی مسجد کی انتظامیہ کو یہ خیال آتا ہے کہ یہاں وعظ ہونا چاہیئے۔ وہاں کسی عالم دین کو بلایا جاتا ہے۔ اس کا انتظام کیا جاتا ہے۔ اس کی جو ضروریات ہیں وہ پوری کی جاتی ہیں وہ وعظ کہتا ہے اور چلا جاتا ہے کسی کی سمجھ میں آیا یا نہیں آیا عمل کر رہا ہے یا نہیں کر رہا ہے ایک ہے عمل درآمد کروانا کہ میں آیا ہوں اور یہ بات اللہ کی طرف سے ہے۔ اور میں دیکھوں گا کہ کون کون اس پر عمل نہیں کرتا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں جو حضرت ابراھیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے دعا کی کہ وہ نبی علیہ السلام آئے وہ لوگوں کا تزکیہ کرے لوگوں کی سوچ اور طرز عمل اور لوگوں کی زندگی بدل دے جو اللہ تعالیٰ کے احکام ہوں جو اللہ تعالیٰ کی شریعت ہو وہ اس کے مطابق زندگی بسر کریں اور غلط باتیں ان کی زندگی سے نکال دے۔ انك انت العزيز الحكيم ۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے گزارش کر رہے ہیں دعا کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ تو سب کچھ کر سکتا ہے تجھے تو کسی سے SANCTION لینے کی ضرورت نہیں کسی سے APPROVAL لینے کی ضرورت نہیں تیرا اختیار ہے۔ تو اگر ہماری یہ دعا قبول فرمالے اور ہماری ہی اولاد میں وہ آخری نبی بھیج دے تو سب کچھ کرنے والا ہے تجھے طاقت حاصل ہے اختیارات حاصل ہیں اور تو العزیز ہے۔ سب سے بڑا حکیم ہے کہ ہماری یہ کتنی دلی خواہش ہے۔ وہ دعا اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالی۔ قبولیت کا وقت تھا ہماری دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ حضرت ابراھیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی دعا کیوں قبول نہیں ہوئی ہوگی وہ دعا جو کعبہ کی تعمیر کے وقت کی گئی خالصتاً اللہ کام کرتے وقت کی گئی یقیناً قبول ہوگئی جسے مولانا حالی نے کہا تھا مسدس حالی میں کہ!

ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیلؑ اور نوید مسیحاؑ

حضرت ابراھیم علیہ السلام نے وہ دعا کی تھی تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے یہ وہ نبی ﷺ ہیں جن کے بارے میں ابراھیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام نے دعا کی تھی اور ان کے بارے میں (سورۃ صف میں ہے کہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پیشین گوئی فرمائی تھی۔

ومبشراً برسولٍ یاتی من بعدہ اسمہٗ احمد (الصف)

کہ میرے بعد وہ نبی آنیوالا ہے جس کا نام احمد ہوگا اسمہٗ احمدﷺ تو یہ محمدؐ رسول اللہﷺ تشریف لائے ہیں۔ حضرت ابراھیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہیں اور جس کی بشارت دی تھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہم اس بڑے نبی ﷺ کے امتی ہیں۔

جیسے آغاز میں میں نے عرض کیا تھا یہ عید الاضحیٰ آتی ہے یہ قربانی کی عید آتی ہے۔ یہ ہمیں اس مشن کو یاد کرانے کیلئے اس جذبے کو تازہ کرنے کیلئے آتی ہے کہ ہم محمدؐ رسول اللہﷺ کے وارث ہیں حضرت محمدﷺ مصداق تھے حضرت ابراھیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اس دعا کا جو خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت کی گئی تھی گویا کہ ہمارے ذمے مشن کیا ہے؟ وہ کام جو محمدؐ رسول اللہﷺ لے کر آئے تھے۔ اس کو آگے بڑھانا ہے مشن ختم نہیں ہوا آپ تو آخری نبیﷺ، آخری رسولﷺ تھے۔ اب کوئی نبی نہیں آئے گا کوئی رسول نہیں آئے گا وہ کام کون کرے گا اب وہ امۃً وسطاً کے ذمے ہے محمدؐ رسول اللہﷺ کی لائی ہوئی تعلیمات کو پورے عالم میں پھیلانا عالم کے چاروں کونوں تک پھیلانا یہ اب آپ کا کام ہے میرا کام ہے اور اس کے لئے پہلے جو چیز ہمیں عطا فرمائی وہ قرآن مجید ہے۔

قرآن مجید میں آگے دوسرے پارے کی آیات میں ہے کما ارسلنا ۔۔۔۔ اے لوگو! جو دعا کی تھی ابراھیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام نے اس دعا کو قبول ہونے میں اگرچہ پچیس سو سال لگ گئے اسمٰعیل علیہ السلام اور محمدؐ رسول اللہ ﷺ کے درمیان اڑھائی ہزار سال کا وقفہ ہے۔ ہم بعض دعاؤں کا شکوہ کرتے ہیں کہ قبول نہیں ہوتیں اللہ تعالیٰ نے وہ دعا قبول کی لیکن اڑھائی ہزار سال لگ گئے اس دعا کو قبولیت کے لئے اس لئے کہ عالم اسباب میں تو معاملات اسباب علل کے تحت ہیں لیکن وہ بالآخر دعا قبول ہوئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا! دیکھو وہ ابراھیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام نے دعا کی تھی ہم نے وہ برگزیدہ نبیﷺ بھیج دیا ہے۔ کما ارسلنا فیکم رسولاً منکم ۔ وہ نبی کیا کر رہے ہیں۔ چار باتیں جو ابراھیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے گزارش کی تھیں

اللہ تعالیٰ کے سامنے اس دعا میں رکھیں تھیں۔اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تھوڑی سی ترتیب بدل دی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت بہر حال اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے انسان جو کچھ کرسکتا ہے۔وہ اپنے طور پر دعا کرسکتا ہے یتلوا علیکم آیاتنا وہ ہماری آئتیں تم کو پڑھ کرسنا رہے ہیں ہم نے اس نبی علیہ السلام کو قرآن دیا ہے وہ تم کو قرآن پڑھ کرسنا رہے ہیں ویزکیکم (اسمٰعیل علیہ السلام اور ابراھیم علیہ السلام نے یہ چوتھی بات رکھی تھی اللہ تعالیٰ نے وہ دوسری بنادی) یہ تزکیہ ہے اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل درآمد کرنا یہ قرآن مجید کی تلاوت کے بعد دوسرا مرحلہ ہے کہ انسان کو اس پر عمل کرنا چاہے جو قرآن کے خلاف ہوں وہ باتیں چھوڑنی ہیں۔قرآن کے مطابق زندگی بسر کرنی ہے۔اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل درآمد کرنا ہے وہ ہمارا نبی ﷺ تمہارا تزکیہ کر رہا ہے تمہیں اس پر عمل درآمد کر کے خود نمونہ پیش کرتا ہے پہلے رسول اللہ ﷺ نے خود نمونہ پیش کیا پھر لوگوں سے تقاضا کیا ہے کہ تم بھی عمل کرو۔ویعلّمکم الکتٰبَ والحکمَۃَ۔اور وہ نبی ﷺ تشریف لائے ہیں وہ تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے رہے ہیں یہی باتیں مانگی تھیں۔

وَیُعَلِمُکُم مَالَم تکُونوا تَعلَمُون وہ جو ہمارے نبی ﷺ تشریف لائے ہیں تمہیں وہ باتیں سکھا رہے ہیں۔علم سکھا رہے ہیں، اخلاق سکھا رہے ہیں، کردار کی بلندیاں سکھا رہے ہیں۔ جو تم پہلے نہیں جانتے تھے یہی وہ باتیں ہیں جو کہا جاتا ہے کہ عرب کے صحرانشین تھے وہاں تو کوئی سکول نہیں تھے۔کوئی کالج نہیں تھے دنیا میں عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔کہ جو SOCIAL EVILS ہیں یہ معاشرتی برائیاں ہیں چوری ہے، ڈاکہ ہے، بدکاری ہے، شراب ہے، قتل ہے۔یہ اس وجہ سے ہوتے ہیں کہ جہاں لٹریسی کم ہوگی وہاں جرائم ہونگے جہاں تعلیم کا فقدان ہوگا وہاں یہ جرائم ہونگے جہاں غربت ہوگی وہاں یہ جرائم ہوں گے اور دنیا میں اکثر و بیشتر اسی طرح ہے لیکن محمدؐ رسول اللہ ﷺ کی تربیت کو دیکھئے قرآن جو اصول پیش کر رہا ہے۔وہ اس کے برعکس ہیں۔وہ اس سے الگ ہے محمد ﷺ تشریف لائے عرب کے معاشرے میں LITTERACY PERCENTAGE بہت کم تھی مکے میں کل پندرہ، سولہ آدمی لکھنا پڑھنا جانتے تھے اور مدینے میں بھی ابتداء اسی کے قریب تعداد تھی لیکن حضور ﷺ کے آنے کے بعد وہ زیادہ ہو گئے

۔جنگ بدر کے جو ستر قیدی تھے ان میں سے کچھ تو فدیہ لے کر رہا کر دیئے گئے اور کچھ کو کہا کہ تم دس ،دس مسلمانوں بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دو تمہیں بھی رہا کر دیں گے وہ محمد رسول اللہ ﷺ جنگی قیدیوں کو تعلیم کے عوض رہا کررہے ہیں۔ کتنی تعلیم کو پھیلایا محمد ﷺ نے مکے میں سرزمین عرب میں محنت کی اس معاشرے میں محنت کی جہاں LITERACY PERCENTAGE بہت کم تھی۔ لیکن جرائم ختم کر دیئے بیس سال کے عرصہ میں وہاں ڈاکہ نہیں تھا، چوری نہیں تھی، بدکاری نہیں تھی یہ چیز ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ تمہیں سکھا رہے ہیں جو تم پہلے نہیں جانتے تھے۔ یہ قرآن ہے۔ جس نے ان کی کایا پلٹ دی اللہ تعالیٰ نے محمد رسول ﷺ کی تشریف آوری پر سورۃ ال عمران میں بطور احسان ذکر کیا۔ یہی چار باتیں ذکر کیں ہیں وہ ابراھیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام نے دعا کی تھی وہ دعا پوری ہوگئی۔

لقد من اللہ علی المومنین اذبعث فیھم رسولاً من انفسھم یتلو

علیھم آیتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتٰب و الحکمۃ (آل عمران)

اس سے پہلے تمہیں نہیں معلوم تھا کتاب کیا ہوتی ہے احکام شریعت کیا ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو بھیجا ہے۔ انہوں نے یہ تعلیم دی ہے دین سکھایا ہے اخلاق سکھایا ہے کردار سکھایا ہے۔

ہماری ذمہ داری کیا ہے؟

تو آج ہم اگر مسلمان ہیں تو اس کا ماضی ہے۔ اس کی تاریخ ہے ہم ان امانتوں کے وارث ہیں جو ابراھیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کو کعبہ کی تعمیر کرتے وقت ملی تھیں ان دعاؤں کے امین ہیں انہوں نے دعا کی تھی کہ ایک امت اٹھانا ہماری اولاد میں ہم اس امت میں شامل ہیں۔ اس امت میں شامل ہونا جہاں بہت بڑا اعزاز ہے وہاں اس امت میں شمولیت کے کچھ تقاضے ہیں۔

دیکھیں ہم سب سمجھتے ہیں کہ دنیاوی اعتبار سے کوئی آدمی کسی بہت بڑے کاروبار میں

ہے۔ بہت اعلیٰ عہدیدار ہے۔اس کو بہت مراعات حاصل ہیں گاڑیاں ہیں ،سہولتیں ہیں ۔ FURNISHED گھر ہیں۔یہ سہولتیں صرف سہولتیں نہیں ہوتی۔ اس کے ساتھ RESPONSIBILITIES بھی ہوتی ہیں۔جتنی زیادہ کسی آدمی کو مراعات مل رہی ہوں (عام آدمی صرف مراعات کو دیکھتا ہے)۔اتنی ہی زیادہ اس کی ذمہ داریاں ہوتی ہیں مراعات زیادہ ہیں تو صاف ظاہر ہے۔ذمہ داریاں بھی زیادہ ہونگی جہاں اس امت میں شامل ہونا بہت بڑا اعزاز ہے۔ یہ وہاں اس امت میں شامل ہونا ذمہ داریوں کا حامل ہے۔ایک ذمہ داریوں کا بوجھ ہے جو ہمارے کاندھوں پرڈال دیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ محمدُ رسول اللہ ﷺ کے امتی کی حیثیت سے اور قرآن کو ماننے والوں کی حیثیت سے ہماری کچھ ذمہ داریاں ہیں جس طرح پڑوسی کے کچھ حقوق ہوتے ہیں۔جیسے والدین کے کچھ حقوق ہوتے ہیں۔ بزرگوں کے کچھ حقوق ہوتے ہیں۔ اسی طرح محمدُ رسول اللہ ﷺ کے بھی کچھ حقوق بنتے ہیں۔قرآن کے بھی کچھ حقوق بنتے ہیں یہ حقوق ادا کرنا ہیں۔اور واقعہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نے یہ ذمہ داریاں ادا کیں۔خلافت راشدہ اسی اہم فریضہ کی ادائیگی کے لئے ادارہ تھا خلافت راشدہ محمدُ رسول اللہ ﷺ کے بعد متصل ہے۔حضور ﷺ کے وصال کے بعد ابوبکرؓ کی خلافت میں ایک دن کا وقفہ بھی نہیں مسلمانوں نے اس بات کو اتنی اہمیت دی تھی محمدُ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد آپ کی تدفین کو موخر کر دیا کہ پہلے یہ فیصلہ ہونا چاہئے کہ ذمہ دار کون ہوگا معاملات کون چلائے گا یہ پہلے فیصلہ ہونا چاہئے اور واقعتاً یہ پہلے فیصلہ ہوا۔ابوبکرؓ پر امت متفق ہوئی ہے۔تو اس کے بعد نبی کریم ﷺ کی تدفین ہوئی ہے۔ پھر حضرت عمرؓ کی خلافت ہے۔حضرت عثمانؓ کی خلافت ہے۔حضرت علیؓ کی خلافت ہے اس دور میں خلافت ایک INSTITUTION تھا جو اجتماعی طور پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام سر انجام دیتا تھا حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات آج بھی موجود ہیں لیکن اس کے بعد یہ ادارہ ایسا نہیں رہا

ابھی ذوالحج کا مہینہ گزر رہا ہے اب محرم کا مہینہ آئے گا یہ سن ھجری کا پہلا مہینہ ہے حضرت عمرؓ کے دور ہی میں یہ سن ھجری شروع ہوا تھا جس وقت سوال یہ ہوا کہ کسی کیلنڈر کا اجراء کیا جائے کسی نے مشورہ دیا کہ عیسائیوں کا سن چل رہا ہے اس کو اختیار کر لیا جائے ایرانیوں کا چل رہا

اس کو اختیار کر لیا جائے۔ حضرت عمرؓ نے مشورہ دیا اپنا ایک کیلنڈر شروع کرنا چاہیئے اور حضرت عمرؓ کے مشورے سے بات شروع ہوئی وہ کب سے شروع کیا جائے؟ سوال پیدا ہوتا ہے ایک انداز یہ ہوسکتا تھا کہ حضورﷺ کی پیدائش سے شروع کر دیا جائے صاف ظاہر بہت بڑی نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضورﷺ کی شکل میں دی یہ بھی ہوسکتا تھا کہ آغاز وحی سے کیلنڈر شروع کر دیا جائے

لیکن جو مسلمانوں نے مشورہ کر کے بات طے کی وہ اس جذبے کو ظاہر کرتی ہے۔ کہ مسلمانوں کے پیش نظر اصل مقصود کیا ہے؟۔ ہجرت سے شروع کیا کہ ہجرت تاریخ اسلام میں بہت بڑا TURNING POINT ہے۔ محمدؐ رسول اللہﷺ پر چالیس سال کی عمر میں وحی کا آغاز ہوا۔ 13 سال حضورﷺ مکے میں رہے۔ وہ ایک دور تھا جو محمدؐ رسول اللہﷺ کی ذاتی حیثیت میں تھا۔ ہجرت کے بعد ایک امت مسلمہ کی حیثیت سے دور کا آغاز ہوا ہے حضورﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے وہاں ایک اور معاملہ پیش آ گیا وہاں یہود کے ساتھ اور دوسری قوموں کے ساتھ تصادم اور کشاکش کا معاملہ ہوا اور اس طرح مسلمانوں نے حضورﷺ کا ساتھ دیا اور زبردست مقابلے اور لمبی STRUGGLE کے بعد اسلام کو غالب کر دیا اسی کی CONTINUATION خلافت راشدہ تھی۔ یہ محرم کا مہینہ ہمیں اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کہ مسلمانو! دیکھو کہ امت کی حیثیت سے تمہیں کیا کرنا چاہیئے مدنی زندگی کا مطالعہ کرو اس کے بعد کے حالات کا مطالعہ کرو کہ امت کی حیثیت سے تمہیں کیا کیا خطرات درپیش ہیں؟ تمہاری کمزوریاں کیا ہیں؟ جہاں سے دشمن حملہ آور ہوسکتا ہے اور تمہیں نقصان پہنچا سکتا ہے۔

ایک اور آیت جو میں نے شروع میں تلاوت کی تھی یہ ہے۔ کہ قرآن مجید ہمیں اس کی ہدایت کر رہا ہے اور راہنمائی کر رہا ہے۔ کہ مسلمانو! تمہاری کمزوریاں کہاں کہاں ہیں تمہیں کہاں کہاں سے دشمن سے خطرہ ہوسکتا ہے۔ کاش کہ ہم قرآن پڑھنے والے ہوں ہمارے رہنما قرآن پڑھنے والے ہوں ہمارے ملک کے POLICY MAKERS قرآن پڑھنے والے ہوں۔ امت مسلمہ کے جو کرتا دھرتا لوگ ہیں جن کے ہاتھ میں زمام کار ہے POLICIES ہیں۔ وہ قرآن پڑھنے والے ہوں پہلے ہی پارے میں اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے۔ اور یہ ایک رہنما

اصول ہے۔ولن ترضیٰ عنك۔۔۔ محمدُ رسول ﷺ کو خطاب کر کے فرما دیا حالانکہ حضورﷺ پر تو وحی آتی تھی وہ تو مہبط وحی تھے ان سے کسی خطا کا بھی امکان نہیں لیکن ہماری رہنمائی کیلئے اللہ تعالیٰ نے یہ فرما دیا کہ اے محمدﷺ یہ یہود و نصاریٰ آپ سے کبھی خوش نہیں ہو سکتے جسے انگریزی میں کہتے ہیں NEVER حتیٰ تتّبِعَ ملّتَهُم۔ایک ہی امکانی شکل ہے۔کہ آپ اپنا مذہب چھوڑ کر ان کا مذہب اختیار کر لیں تو شاید خوش ہو جائیں ورنہ اور کوئی شکل نہیں SHORT OF THAT کبھی خوش نہیں ہو سکتے آج بھی یہی صورت حال ہے کہ چودہ سو سال کی تاریخ قرآن مجید کی اس آیت کی تشریح ہے اور بھی آئتیں ہیں قران مجید میں اگر ایک جملے میں کہا جائے کہ مسلمانوں کی تاریخ کیا ہے۔تو یہود اور مسلمانوں کی آویزش یا COLD WAR کا نام چودہ سو سال کی تاریخ ہے۔

یہود اسلام کے ابدی دشمن

ہمیشہ یہود اسلام کو مٹانے کی سازشیں کرتے رہے ہیں اولاً یہود نے سازش کر کے تورات کو دنیا سے ختم کیا اپنی کتاب کو دنیا سے مٹا دیا غائب کر دیا نہ کتاب ہو گی نہ کوئی REFERENCE ہو گا نہ کوئی ہم سے پوچھے گا۔کہ صاحب آپ کر کیا رہے ہیں۔یہ کتاب ان کی اپنی کوشش اور یاداشت سے دوبارہ تحریر شدہ کتاب ہے۔اصل کتاب غائب کر دی خود یہودیوں نے غائب کی اور کسی نے نہیں غائب کی پھر انہی یہودیوں کی سازش سے انجیل غائب ہو گئی حضرت مسیح علیہ السلام پر وہ کتاب نازل ہوئی تھی لیکن WITH IN A CENTURY وہ کتاب غائب کر دی گئی اصلی کتاب غائب ہو گئی تو آگے خلاء پیدا ہو گیا اب کیا کیا جائے؟ پھر خود کتابیں لکھیں گئیں ہیں یاداشت سے کتابیں لکھیں گئیں تمہیں کچھ یاد ہے انجیل میں کیا تھا بتاؤ وہ لکھ لیا اس کو کتنا یاد ہے اس کو کتنا یاد ہے آپ سنیں گے تو آپ لطیفے کے انداز سے ہنسیں گے کہ جب انجیل غائب ہوئی ہے اس کے بارے ایک کمیٹی بنی عیسائیوں کی کہ انجیل ہونی چاہئے کتاب ہونی چاہئے یاداشت سے وہ کتب لکھیں گئی۔ہر ایک نے کہا کہ مجھے کچھ یاد ہے۔میں نے یہ سنا ہے۔جب آدمی کی مرضی سے ہو گا تو ہر آدمی دعویدار ہو گا ایک سو دس قسم کی انجیلیں سامنے آئیں اب

سوال پیدا ہوا کہ ان میں سے اصلی کون سی ہے۔ ایک سو دس میں سے SELECTION کرنا بہت بڑا مسئلہ تھا عیسائیوں کی تاریخ ہی میں یہ ہے کچھ ان میں سے جو چیف تھے ان کو ایک کمرے میں بند کر دیا گیا۔ اور ایک سو دس نسخے ان کو دے دیئے گئے ان میں سے SELECTION کر کے ایک پر متفق ہو جاؤ یہ سب کیلئے مسئلہ تھا کہ کسطرح SELECTION کریں وہ تمام کتابیں ایک میز پر رکھی گئیں اس میز کو ہلاتے رہے کتابیں گرتی رہیں بالآخر چار کتابیں رہ گئیں اب انہوں نے انکو DECLARE کر دیا۔ کہ یہ ہماری سرکاری چار انجیلیں ہیں۔ CONTENTS کو نہیں دیکھا ہے۔ یہی سمجھئے کہ ٹاس کر کے فیصلہ کر لیا یہی دشمنی قرآن کے ساتھ بھی کی گئی اس قرآن کو غائب کرنے کی آپ سوچ بھی نہیں سکتے کہ کتنی کوشش کی گئیں کہ دنیا میں ایک رہنما کتاب ہو ہی نہیں لیکن یہ تو اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی تھے اور یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب تھی اسلئے دنیا میں موجود ہے یہود کی سازش کے باوجود ورنہ سازشوں کی کوئی کمی نہیں کی گئی تھی۔ اور نہ نہ دور حاضر میں قرآن سے خائف طبقات آرام سے بیٹھے ہیں حضور ﷺ کے ڈیڑھ سو سال بعد سازش ہوئی کہ یہ قرآن پرانا ہے ختم ہو چکا اب نئی کتاب ہونی چاہیئے وہ تو اللہ تعالیٰ نے بچا لیا۔ امام احمد بن حنبلؒ کی شخصیت سامنے آئی اور انہوں نے جہاد کیا یہ قرآن بچ گیا ان کی سازش فیل ہو گئی اس کے بعد بھی نہ جانے کتنی کوششیں ہوئیں اس کو انگریزی میں کہتے ہیں۔ GIVE THE DEVIL HIS DUE۔ اتنا تو بہر حال ان کو شاباش دینی پڑتی ہے۔ اور یہ سازش تو ان کی کامیاب ہے کہ مسلمانوں میں چلو قرآن رہے ہم غائب نہیں کر سکتے ہم غائب کرتے بھی نہیں مسلمان پڑھتے بھی رہیں۔ اس سے بھی ہمیں سروکار نہیں بس سمجھ کر نہ پڑھیں اس سے ان کا مقصد پورا ہو رہا ہے۔ صاف ظاہر ہے ہزاروں اور لاکھوں لوگ قرآن پڑھ رہے ہیں۔ لیکن یہ نہیں پتہ کہ اس میں ہے کیا؟ اگر لوگ سمجھ کر پڑھیں گے چلو آج نہیں کل، کل نہیں چھ مہینے بعد، سال بعد آدمی سوچے گا کہ قرآن کچھ کہتا ہے۔ میں کچھ اور کرتا ہوں۔ آدمی کو شرم آئے گی۔ آدمی توبہ کرے گا لیکن اگر ناظرہ پڑھنا ہو تو اللہ تعالیٰ کے ہاں ثواب ضرور ملے گا۔ اس سے انکار نہیں وہ محمدؐ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ کوئی زور بھی لگائے تو اس کو

ختم نہیں کر سکتا لیکن صرف ناظرہ تلاوت کرنے سے عملی زندگی میں کیا اثر ہوگا۔ چلو وہ آدمی بھی ناظرہ پڑھ لے جو کسی بھی دور علاقے میں رہتا ہے آدمی سکول نہیں گیا والدین نے بھی سکول نہیں بھیجا۔ وہ پڑھنا لکھنا بھی نہیں جانتا اللہ تعالیٰ کے ہاں پہنچ کر قیامت کے دن یہ فیصلہ ہوگا کہ کس نے سکول نہیں بھیجا کون قصوروار ہے پکڑو اس کو۔ لیکن جو آدمی گریجوایٹ ہے۔ جو ماسٹرز ڈگری کا حامل ہے اور اعلیٰ عہدیدار ہے۔ پروفیسرز ہیں، وکلاء ہیں، انجینئرز ہیں، سرکاری اہلکار ہیں، پڑھے لکھے حضرات ہیں، وہ قرآن کو بغیر سمجھے پڑھیں گے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں قرآن کی توہین ہے۔

قرآن کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے

قرآن مجید یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے جو ہمارے درمیان ہے۔ دشمن نے اس کو غائب کرنے کی بڑی کوشش کی ہے لیکن یہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے سورۃ حجر کی آیت 9 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا (اور یہ ختم نبوت کی برکات میں سے ایک ہے اس کے جو تقاضے ہیں اس کے طور پر یہ ہے) اِنَّا نَحنُ نَزَّلنا الذکر وانا لَہ' لحٰفِظُون ۔ بیشک ہم نے یہ خاص ذکر اتارا ہے یہ خاص نصیحت اتاری ہے۔ یہ یاددہانی اتاری ہے۔ قرآن اتارا ہے تاکہ لوگ اس سے نصیحت حاصل کریں۔ اور بیشک ہم ہی اس کے محافظ ہیں دنیا لاکھ کوشش کرے کہ قرآن کو غائب کر دیا جائے اب اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے اگرچہ ظاہراً اس کے اسباب بھی پیدا کئے ہیں لیکن بنیادی طور پر اس کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود لی ہے۔ اس میں آپ خود سوچیں تورات دنیائے صفحۂ ہستی سے مٹ گئی۔ تو انجیل آ گئی اس نے بتا دیا کہ اصل ہدایت یہ ہے انجیل مٹ گئی تو قرآن آ گیا قرآن نے بتا دیا کہ اصل ہدایت یہ ہے خدانخواستہ قرآن بھی مٹ جاتا تو محمد ﷺ کے بعد وحی تو آنے والی نہیں لہٰذا قیامت تک لوگوں کا الزام رہتا اور قیامت کے دن بھی اللہ تعالیٰ حساب لیتا لوگ جواب دیتے اے اللہ تعالیٰ ہم تو چاہتے تھے کہ تیرے دین پر عمل کریں دنیا میں کوئی کتاب تھی ہی نہیں کوئی بتانے والا ہی نہیں تھا نبوت آپ نے بند کر دی قرآن دنیا سے غائب ہو گیا کہاں جاتے؟ اللہ تعالیٰ نے اس عذر کو ختم کرنے کے لئے اپنے ذمہ لے لیا ہے اور قرآن کی حفاظت کا بندوبست کر دیا ہے۔

قرآن آج بھی محفوظ ہے دشمن بھی تسلیم کرتے ہیں کہ یہ قرآن مجید وہی ہے جو محمد ﷺ اپنے صحابہ ؓ کو دے کر گئے تھے۔ دنیا میں کوئی اور قرآن نہیں یہی قرآن ہے۔ جس کو پڑھا جاتا ہے۔ جس کی تفسیریں لکھی جاتی ہیں جس کے ریفرنس REFRENCE ہیں پانچ نمبر سورۃ دس نمبر آیت ایک ہی آیت ہے اگر کسی کے دل میں چور ہو بالفرض کہ جی ہم تو اس قرآن کو نہیں مانتے۔ تو کم از کم دنیا میں کوئی دوسرا قرآن پیش نہیں کیا جا سکتا کہ جناب یہ آپ کا قرآن ہے۔ یہ ہمارا قرآن ہے۔ قرآن جیسی نعمت اتنی بڑی AUTHENTIC کتاب ہمارے درمیان موجود ہو ابراھیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کے مشن کے ہم حامل ہوں اس امت میں شامل ہوں کتنا بڑا اعزاز ہے۔ کتنی ہی بڑی ہماری ذمہ داری ہے۔ کہ محمد ﷺ کے مشن کو لے کر آگے چلنا ہے ان کا مشن یہ قرآن ہے مولانا حالی کا شعر یاد آ گیا ہے۔ ؎

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

یہ نسخہ کیمیا ہے جس پر عمل کر کے اپنی زندگی کو سونا بنایا جا سکتا ہے۔ اپنے معاملات کو اپنے رہن سہن کو سنوارا جا سکتا ہے۔ آج نظر نہیں آ رہا کہ نماز پڑھنا اور سچ بولنا، قرآن کو پھیلانا کتنی بڑی نعمت ہے۔ یہ تو قیامت کے دن پتہ چلے گا۔ کتنی بڑی نعمت تھی واقعی محروم رہ گئے۔ خسارے میں رہ گئے۔ جنہوں نے اس نعمت سے فائدہ نہیں اٹھایا اللہ تعالیٰ ہمیں اس قرآن مجید کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

تو حضرات جو آئتیں شروع میں میں نے تلاوت کی تھیں اس کے مطابق حضرت ابراھیم علیہ السلام کو اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو اللہ نے چنا تھا۔ اور ان کو امتحانوں میں ڈالا تھا جب حضرت ابراھیم علیہ السلام نے امتحان پاس کر لئے تو ان کو AWARDS دیئے۔ ان کو انعامات دیئے۔ ان انعامات میں سے ایک یہ تھا کہ ہمارا گھر تعمیر کرو اس گھر کی تعمیر کرتے وقت انہوں نے جو دعائیں کیں اس کا مصداق ہیں محمدؐ رسول اللہ ﷺ اور انہی کی دعاؤں کا نتیجہ یہ امت ہے۔ جس میں میں اور آپ شریک ہیں تو ہمارے کاندھوں پر ابراھیم علیہ السلام کی وراثت یعنی تو

حید کی وراثت کا بوجھ ہے جو اسمٰعیل علیہ السلام کی وراثت ہے اور آخر پر جو محمدؐ رسول اللہ ﷺ کی وراثت ہے اس کے ہم امین ہیں اس کے ہم حامل ہیں ہم دنیا کے عام لوگوں کی طرح لوگ نہیں ہیں مسلمان قوم دنیا کی دیگر قوموں کی طرح عام قوم نہیں ہے۔ جاپانی جیتے ہیں اس لئے کہ ہماری قوم کی ویلفیئر ہو جائے۔ERCAPITA INCOME بڑھ جائے سارے ملک کی پیداوار بڑھ جائے امپورٹ بڑھ جائے فارن EXCHANGE بڑھ جائے مسلمان اس لئے نہیں ہیں بقول شاعر ؂

ہم تو جیتے ہیں کہ دنیا میں تیرا نام رہے

مسلمان زندہ ہیں تو محمد ﷺ کا مشن زندہ کرنے کیلئے ہم سے قیامت کے دن جو ذمہ داری پوچھی جائے گی کہ تمہارے پاس قرآن تھا تم نے دنیا کے کتنے لوگوں تک پہنچایا آج اس ذمہ داری کا شعور رکھتے بھی ہیں تو بہت کم لوگ۔ کاش ہم اس شعور کو آگے بڑھائیں جو جاگ رہا ہے وہ دوسروں کو جگائے۔ ممکنہ طریقہ یہی ہے کہ جو آدمی پہلے جاگ جائے وہ دوسروں کو جگائے۔ آپ کو اگر اللہ تعالیٰ نے شعور دے دیا ہے کہ محمد ﷺ کا امتی ہونا بہت بڑا اعزاز ہے اور قرآن اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی کتاب ہے۔ آپ کو پھر اس شعور کو عام کرنا چاہئے دو تک پہنچا دیں، چار تک پہنچا دیں ،دس تک پہنچا دیں۔ اس میں اپنا وقت لگائیں یہ بہت قیمتی وقت ہوگا۔ اس میں اپنے پیسے لگائیں اپنا سرمایہ لگائیں سرمایا کوئی مانگ نہیں رہا اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے لگائیں اللہ تعالیٰ اس کا اجر عطا فرمائے گا واقعتاً قیامت کے دن احساس ہوگا یہ کاروبار کیا جس میں وقت اور پیسہ لگایا کتنا بڑا نفع کا کاروبار کیا۔

یا ایھا الذین اٰمنوھل ادلکم علیٰ تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم

اے اہل ایمان! تمھیں ایسی تجارت نہ بتائیں کہ تمہیں قیامت کے دن عذاب الیم سے چھٹکارا دلا دے۔ تجارت کیا ہوتی ہے کچھ پیسہ لگاؤ، کچھ وقت لگاؤ اور اس کے نتیجے میں تم عذاب الیم سے بچ سکتے ہو۔ آج وہی پیسہ وہی وقت قرآن مجید کی خدمت میں لگاؤ گے کل قیامت کے دن عذاب الیم سے چھٹکارا مل سکتا ہے کاش آپ کو اور ہمیں اللہ تعالیٰ اس کے لئے آمادہ کرے

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

اللھم وفقنا لما تحبُ و ترضیٰ اللھم ارحمنا بالقرآن العظیم ۔